پارہ نمبر ٦ کے جو مضامین اس جلد میں ہیں ان کے چند اہم عنوانات کی فہرست دی جا رہی ہے جب کہ مزید تفسیر اگلی جلد میں ملاحظہ کریں۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے' اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے ○ اگر تم کسی نیکی کو علانیہ کرو یا پوشیدہ یا کسی برائی سے درگذر کرو پس یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی معافی کرنے والا اور پوری قدرت والا ہے ○

مظلوم کو فریاد کا حق ہے: ☆☆ (آیت: ۱۴۸-۱۴۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو دوسرے کے لئے بددعا کرنی جائز نہیں' ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہوا سے اپنے ظالم پر بددعا کرنی جائز ہے اور وہ بھی اگر صبر و ضبط کر لے تو افضلیت اسی میں ہے- ابوداؤد میں ہے ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی چیز چور چرا لے گئے تو آپ ان پر بددعا کرنے لگیں- حضور رسول مقبول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا! کیوں اس کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو؟'' حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس پر بددعا نہ کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے اَللّٰهُمَّ اَعِنِّي عَلَيْهِ وَاسْتَخْرِجْ حَقِّي مِنْهُ یا اللہ اس چور پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق دلوا دے' آپ سے ایک اور روایت میں مروی ہے کہ اگرچہ رخصت ہے مظلوم ظالم کو کوسے مگر یہ خیال رہے کہ حد سے نہ بڑھ جائے- عبدالکریم بن مالک جزری رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' گالی دینے والے کو یعنی برا کہنے والے کو برا تو کہہ سکتے ہیں لیکن بہتان باندھنے والے پر بہتان نہ باندھو- اور آیت میں ہے وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ جو مظلوم اپنے ظالم سے اس کے ظلم کا انتقام لے' اس پر کوئی مواخذہ نہیں- ابوداؤد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''دو گالیاں دینے والوں کا وبال اس پر ہے جس نے گالیاں دینا شروع کیا- ہاں اگر مظلوم حد سے بڑھ جائے تو اور بات ہے- حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص کسی کے ہاں مہمان بن کر جائے اور میزبان اس کا حق مہمانی ادا نہ کرے تو اسے جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے میزبان کی شکایت کرے جب تک کہ وہ حق ضیافت ادا نہ کرے- ابوداؤد' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے ''صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ ہمیں ادھر ادھر بھیجتے ہیں- بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ ہماری مہمانداری نہیں کرتے'' آپ نے فرمایا ''سنو اگر وہ اپنے لائق میزبانی کریں تو خیر' ورنہ تم ان سے خود لوازمات میزبانی لے لیا کرو- مسند احمد کی حدیث میں فرمان رسول ہے کہ ''جو مسلمان کسی اہل قبلہ کے ہاں مہمان بن کر جائے' ساری رات گذر جائے لیکن وہ لوگ اس کی مہمانداری نہ کریں تو ہر مسلمان پر اس کی نصرت ضروری ہے تاکہ اس میزبان کے مال سے' اس کی کھیتی سے بقدر اس کی مہمانی دلائیں- مسند کی اور حدیث میں ہے ''ضیافت کی رات ہر مسلمان پر واجب ہے' اگر کوئی مسافر صبح تک محروم رہ جائے تو یہ اس میزبان کے ذمہ قرض ہے' خواہ ادا کرے خواہ باقی رکھے-'' ان احادیث کی وجہ سے امام احمد رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ ضیافت واجب ہے- ابوداؤد شریف وغیرہ میں ہے ''ایک شخص سرکار رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ مجھے میرا پڑوسی بہت ایذا پہنچاتا ہے' آپ نے فرمایا' ایک کام کر' اپنا کل مال اسباب گھر سے نکال کر باہر رکھ دو- اس نے ایسا ہی کیا اور راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا' اب جو گذرتا وہ پوچھتا' کیا بات ہے؟ یہ کہتا ہے میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے- میں تنگ آ گیا ہوں' وہ اسے برا بھلا کہتا' کوئی کہتا ار بکی مار اس پڑوسی پر' کوئی کہتا اللہ اسے غارت کرے' جب پڑوسی کو اپنی اس طرح کی رسوائی کا حال معلوم ہوا تو اس کے پاس آیا- منتیں کر کے لے گیا کہ اپنے گھر چلو- اللہ کی قسم اب مرتے دم تک آپ کو کسی طرح نہ ستاؤں گا-''

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں ○ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے ○ اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ یہ ہیں جنہیں اللہ ان کے پورے ثواب دے گا' اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے ○

پھر ارشاد ہے کہ اے لوگو تم کسی نیکی کو ظاہر کرو تو اور پوشیدہ کرو تو' تم پر کسی نے ظلم کیا ہو اور تم اس سے درگزر کرو تو اللہ کے پاس تمہارے لئے بڑا ثواب' پورا اجر اور اعلیٰ درجے ہیں۔ خود وہ بھی معاف کرنے والا ہے اور بندوں کی بھی یہ عادت اسے بھاتی ہے' وہ باوجود انتقام کی قدرت کے پھر بھی معاف فرماتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ "عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں" بعض تو کہتے ہیں" سُبْحَانَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ یا اللہ تیری ذات پاک ہے کہ تو باوجود جاننے کے پھر بھی بردباری اور چشم پوشی کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں سُبْحَانَكَ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ اے قدرت کے باوجود درگزر کرنے والے اللہ تمام پاکیاں تیری ذات کو سزاوار ہیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے' صدقے اور خیرات سے کسی کا مال گھٹتا نہیں' عفو و درگزر کرنے اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اور عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم سے تواضع' فروتنی اور عاجزی اختیار کرے' اللہ اس کا مرتبہ اور توقیر اور بڑھا دیتا ہے۔"

کسی ایک بھی نبی کو نہ ماننا کفر ہے! ☆☆ (آیت: ۱۵۰-۱۵۲) اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو ایک نبی کو بھی نہ مانے کافر ہے' یہودی سوائے حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے اور تمام نبیوں کو مانتے تھے' نصرانی افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا اور انبیاء پر ایمان رکھتے تھے' سامری یوشع علیہ السلام کے بعد کسی کی نبوت کے قائل نہ تھے۔ حضرت یوشعؑ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے خلیفہ تھے' مجوسیوں کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اپنا نبی زرتشت کو مانتے تھے لیکن ان کی شریعت کے جب یہ منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ شریعت ہی ان سے اٹھا لی۔ واللہ اعلم۔

پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی یعنی کسی نبی کو مانا' کسی سے انکار کر دیا۔ کسی الٰہی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نفسانی خواہش' جوش' تعصب اور تقلید آبائی کی وجہ سے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نبی کو نہ ماننے والا اللہ کے نزدیک تمام نبیوں کا منکر ہے اس لئے کہ اگر اور انبیاء کو بوجہ ان کے نبی ہونے کے مانتا تو اس نبی کو ماننا بھی اسی وجہ سے اس پر ضروری تھا' جب وہ ایک کو نہیں مانتا تو معلوم ہوا کہ جنہیں وہ مانتا ہے' انہیں بھی کسی دنیوی غرض اور ہوا و ہوس کی وجہ سے مانتا ہے۔ پس ان کی شریعت ماننے نہ ماننے کے

درمیان کی ہے۔ یہ یقینی اور حتمی کفار ہیں' کسی نبی پر ان کا شرعی ایمان نہیں بلکہ تقلیدی اور تعصبی ایمان ہے جو قابل قبول نہیں' پس ان کفار کو اہانت اور رسوائی والے عذاب ہوں گے۔ کیونکہ جن پر یہ ایمان نہ لاکر ان کی توہین کرتے تھے۔ اس کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی توہین ہو اور انہیں ذلت والے عذاب میں ڈالا جائے۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ خواہ غور و فکر نہ کر کے نبوت کی تصدیق نہ کرنا ہو' خواہ حق واضح ہو چکنے کے بعد دنیوی وجہ سے منہ موڑ کر نبوت سے انکار کر جانا ہو' جیسے اکثر یہودی علماء کا شیوہ حضورؐ کے بارے میں تھا کہ محض حسد کی وجہ سے آپ کی عظیم الشان نبوت کے منکر ہو گئے اور آپ کی مخالفت و عداوت میں آ کر مقابلے پر تل گئے۔ پس اللہ نے ان پر دنیا کی ذلت بھی ڈالی اور آخرت کی ذلت کی مار بھی ان کے لئے تیار کر رکھی۔ پھر امت محمدؐ کی تعریف ہو رہی ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام کو اور تمام آسمانی کتابوں کو بھی خدائی کتابیں تسلیم کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ۔ پھر ان کے لئے جو اجر جمیل اور ثواب عظیم اس نے تیار کر رکھا ہے' اسے بھی بیان فرما دیا کہ ان کے ایمان کامل کے باعث انہیں اجر و ثواب عطا ہوں گے۔ اگر ان سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو گیا تو اللہ معاف فرما دے گا اور ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائیں گے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

تجھ سے یہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں کہ تو ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب لا دے۔ حضرت موسیٰ سے تو انہوں نے اس سے بہت بڑی درخواست کی تھی' کہا تھا کہ تو ہمیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دکھا دے پس ان کے اس ظلم کے باعث ان پر کڑاکے کی بجلی آ پڑی' پھر باوجودیکہ ان کے پاس بہت دلیلیں پہنچ چکی تھیں' انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا لیکن ہم نے یہ بھی معاف فرما دیا' اور ہم نے موسیٰ کو کھلا غلبہ اور صریح دلیل عنایت فرمائی O

محسوس معجزہ کی مانگ اور بنی اسرائیل کی حجت بازیاں: ☆☆ (آیت:۱۵۳) یہودیوں نے جناب رسالت مآب ﷺ سے کہا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے تورات ایک ساتھ لکھی ہوئی ہمارے پاس لائے' آپ بھی کوئی آسمانی کتاب پوری لکھی لکھائی لے آیئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے نام اللہ تعالیٰ خط بھیجے کہ ہم آپ کی نبوت کو مان لیں۔ یہ سوال بھی ان کا بدنیتی سے بطور مذاق کے اور بطور کفر کے تھا۔ جیسے کہ اہل مکہ نے بھی اسی طرح کا ایک سوال کیا تھا' جس طرح سورۂ سبحان میں مذکورہ ہے کہ ''جب تک عرب کی سرزمین میں دریاؤں کی ریل پیل اور تر و تازگی کا دور دورہ نہ ہو جائے' ہم آپؐ پر ایمان نہیں لائیں گے۔'' پس بطور تسلی کے آنحضرت ﷺ سے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے' ان کی اس سرکشی اور بے جا سوال پر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ ان کی یہ بدعادت پرانی ہے۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ خود کو دکھائے' اس تکبر اور سرکشی اور فضول سوال کی پاداش بھی یہ بھگت چکے ہیں یعنی ان پر آسمانی بجلی گری تھی۔ جیسے سورۂ بقرہ میں تفصیل وار بیان گذر چکا۔ ملاحظہ ہو آیت وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً الخ' یعنی ''جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو ہم

صاف طور پر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں' پس تمہیں بجلی کے کڑاکے نے پکڑ لیا اور ایک دوسرے کے سامنے سب ہلاک ہو گئے' پھر بھی ہم نے تمہاری موت کے بعد پھر تمہیں زندہ کر دیا کہ تم شکر کرو۔''

پھر فرماتا ہے کہ ''بڑی بڑی نشانیاں دیکھ چکنے کے بعد بھی ان لوگوں نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔'' مصر میں اپنے دشمن فرعون کا حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں ہلاک ہونا' اس کے تمام لشکروں کا نامرادی کی موت مرنا' ان کا اس دریا سے بچ کر پار نکل آنا' ابھی ابھی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوا تھا لیکن وہاں سے چل کر کچھ دور جا کر بت پرستوں کو بت پرستی کرتے ہوئے دیکھ کر اپنے پیغمبرؑ سے کہتے ہیں ''ہمارا بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دو۔'' جس کا پورا بیان سورۂ اعراف میں ہے اور سورۂ طٰہٰ میں بھی' پھر حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں' ان کی توبہ کی قبولیت کی یہ صورت ٹھہرتی ہے کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہیں کی وہ گوسالہ پرستوں کو قتل کریں جب قتل شروع ہو جاتا ہے' اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے اور مرے ہوؤں کو بھی دوبارہ زندہ کر دیتا ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے' ہم نے اس سے بھی درگذر کیا اور یہ جرم عظیم بھی بخش دیا اور موسیٰؑ کو ظاہر حجت اور کھلا غلبہ عنایت فرمایا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۱۵۴﴾

اور ان کا قول لینے کے لئے ہم نے ان کے سروں پر طور پہاڑ لا کھڑا کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازہ میں جاؤ اور یہ بھی فرما دیا کہ ہفتے کے دن میں تجاوز نہ کرنا اور ہم نے ان سے سخت سخت قول قرار لئے ○

بنی اسرائیل پر عائد پابندیاں: ☆☆ (آیت:۱۵۴) اور جب ان لوگوں نے توراۃ کے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بیزاری ظاہر کی تو ان کے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کھڑا کر دیا اور ان سے کہا کہ اب بولو! پہاڑ گرا کر دبا دوں یا احکام قبول کرتے ہو؟ تو یہ سب سجدے میں گر پڑے اور گریہ وزاری شروع کی اور احکام الٰہی بجا لانے کا مضبوط عہد و پیان کیا یہاں تک کہ دل میں دہشت تھی اور سجدے میں کنکھیوں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ نہ گر پڑے اور دب کر نہ مر جائیں' پھر پہاڑ ہٹایا گیا۔

ان کی دوسری سرکشی کا بیان ہو رہا ہے کہ قول و فعل دونوں کو بدل دیا' حکم ملا تھا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدے کرتے ہوئے جائیں اور حطۃ کہیں ''یعنی اے اللہ ہماری خطائیں بخش کہ ہم نے جہاد چھوڑ دیا اور تھک کر بیٹھ رہے جس کی سزا میں چالیس سال میدان تیہہ میں سرگشتہ و حیران و پریشان رہے'' لیکن ان کی کم ظرفی کا یہاں مظاہرہ ہوا اور اپنی رانوں کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں جانے لگے اور حِنْطَةٌ فِیْ شَعْرَةٍ کہنے لگے یعنی گیہوں کی بالیں ہمیں دے۔ پھر ان کی اور شرارت سنئے۔ ہفتہ والے دن کی تعظیم و تکریم کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور مضبوط عہد و پیان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی' نافرمانی پر کمربستہ ہو کر حرمت کے ارتکاب کے حیلے نکال لئے۔ جیسے کہ سورۂ اعراف میں مفصل بیان ہے۔ ملاحظہ ہو آیت وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ الخ' ایک حدیث میں بھی ہے کہ یہودیوں سے خاصۃ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن کی تعظیم کا عہد لیا تھا۔ یہ پوری حدیث سورۂ سبحان کی آیت لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ' بَيِّنَاتٍ الخ' کی تفسیر میں آئے گی ان شاءاللہ!

عَظِيْمًا ۝ ١٥٦

(یہ سزا) بہ سبب ان کی عہد شکنی کے اور احکام الٰہی کے ساتھ کفر کرنے کے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کر ڈالنے کے اور یوں کہنے کے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے' پس یہ قدرے قلیل ہی ایمان لاتے ہیں ○ اور ان کے کفر کے باعث اور مریمؑ پر بہت بڑا بہتان باندھنے کے باعث ○

اہل کتاب' قاتلان انبیاء عیسیٰ علیہ السلام کی روداد اور مراحل قیامت: ☆☆ (آیت: ۱۵۵-۱۵۶) اہل کتاب کے ان گناہوں کا بیان ہو رہا ہے جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمتوں سے دور ڈال دیئے گئے اور ملعون و جلاوطن کر دیئے گئے۔ اولاً تو ان کی عہد شکنی یہ تھی کہ جو وعدے اللہ سے انہوں نے کئے ان پر قائم نہ رہے' دوسرے اللہ کی آیتوں یعنی حجت و دلیل اور نبیوں کے معجزوں سے انکار اور کفر' تیسری بے وجہ ناحق انبیاء کرام کا قتل۔ ان کے رسولوں کی ایک بڑی جماعت ان کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ چوتھی ان کا یہ خیال اور یہ قول کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں یعنی پردے میں ہیں' جیسے مشرکین نے کہا تھا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ یعنی ''اے نبی تیری دعوت سے ہمارے دل پردے میں ہیں'' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ''ہمارے دل علم کے ظروف ہیں۔ وہ علم و عرفان سے پر ہیں۔'' سورۂ بقرہ میں بھی اس کی نظیر گذر چکی ہے' اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید کرتا ہے کہ یوں نہیں بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے کیونکہ یہ کفر میں پختہ ہو چکے تھے۔ پس پہلی تفسیر کی بنا پر یہ مطلب ہوا کہ وہ عذر کرتے تھے کہ ہمارے دل بوجہ ان پر غلاف ہونے کے نبی کی باتوں کو یاد نہیں کر سکتے تو انہیں جواب دیا گیا کہ ایسا نہیں بلکہ تمہارے کفر کی وجہ سے تمہارے دل مسخ ہو گئے ہیں اور دوسری تفسیر کی بنا پر تو جواب ہر طرح ظاہر ہے۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں اس کی پوری تفصیل و تشریح گذر چکی ہے۔ پس بطور نتیجے کے فرما دیا کہ اب ان کے دل کفر و سرکشی اور کمی ایمان پر ہی رہیں گے۔

پھر ان کا پانچواں جرم عظیم بیان ہو رہا ہے کہ انہوں سے سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کاری جیسی بدترین شرمناک تہمت لگائی اور اسی زنا کاری کے حمل سے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا شدہ بتلایا' بعض نے اس سے بھی ایک قدم آگے رکھا اور کہا کہ یہ بدکاری حیض کی حالت میں ہوئی تھی۔ اللہ کی ان پر پھٹکار ہو کہ ان کی بدزبانی سے اللہ کے مقبول بندے بھی نہ بچ سکے۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا
قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ
الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ ١٥٧

اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کو قتل کر دیا' حالانکہ نہ تو انہوں نے انہیں قتل کیا نہ سولی چڑھایا بلکہ ان کے لئے وہی صورت بنادی گئی تھی' یقین جانو کہ عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے حال میں شک میں ہیں' انہیں اس کا کوئی یقین نہیں' بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے' اتنا یقینی ہے ○

بنی اسرائیل کا تمسخر اور بڑ بازی: ☆☆ (آیت:۱۵۷) پھر ان کا چھٹا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بطور تمسخر اور اپنی بڑائی کے یہ ہانک بھی لگاتے ہیں کہ "ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو مار ڈالا" ۔ جیسے کہ بطور تمسخر کے مشرکین حضورؐ سے کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے' تو' تو مجنون ہے۔ پورا واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت دے کر بھیجا اور آپ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزے دکھائے مثلاً بچپن کے اندھوں کو بینا کرنا' کوڑھیوں کو اچھا کرنا' مردوں کو زندہ کرنا' مٹی کے پرند بنا کر پھونک مارنا اور ان کا جاندار ہو کر اڑ جانا وغیرہ' تو یہودیوں کو سخت طیش آیا اور یہ مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور ہر طرح سے ایذا رسانی شروع کر دی' آپ کی زندگی تنگ کر دی' کسی بستی میں چند دن آرام کرنا بھی آپ کو نصیب نہ ہوا' ساری عمر جنگلوں اور بیابانوں میں اپنی والدہ کے ساتھ سیاحت میں گذاری' پھر بھی انہیں سکھ نہ آیا' اور یہ اس زمانے کے دمشق کے بادشاہ کے پاس گئے۔ یہ ستارہ پرست مشرک شخص تھا (اس مذہب والوں کے ملک کو اس وقت یونان کہا جاتا تھا) یہاں آ کر یہ بہت روئے پیٹے اور بادشاہ کو حضرت عیسیٰؑ کے خلاف اکسایا اور کہا کہ یہ شخص بڑا مفسد ہے۔ لوگوں کو بہکا رہا ہے' روز نئے فتنے کھڑے کرتا ہے' امن میں خلل ڈالتا ہے' لوگوں کو بغاوت سکھاتا ہے وغیرہ۔ بادشاہ نے اپنے گورنر کو جو بیت المقدس میں تھا' ایک فرمان لکھا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر لے اور سولی پر چڑھا کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر لوگوں کو اس دکھ سے نجات دلوائے۔ اس نے فرمان شاہی پڑھ کر یہودیوں کے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر اس مکان کا محاصرہ کر لیا جس میں روح اللہ تھے آپ کے ساتھ اس وقت بارہ تیرہ یا زیادہ سے زیادہ سترہ آدمی تھے' جمعہ کے دن عصر کے بعد اس نے محاصرہ کیا اور ہفتہ کی رات تک مکان کو گھیرے میں لئے رہا۔

جب حضرت عیسیٰؑ نے یہ محسوس کر لیا کہ اب یا تو وہ مکان میں گھس کر آپ کو گرفتار کر لیں گے یا آپ کو خود باہر نکلنا پڑے گا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا' تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈال دی جائے یعنی اس کی صورت اللہ مجھ جیسی بنا دے اور وہ ان کے ہاتھوں گرفتار ہو اور مجھے اللہ مخلصی دے؟ میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں" ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا مجھے یہ منظور ہے لیکن حضرت عیسیٰؑ نے انہیں اس قابل نہ جان کر دوبارہ یہی کہا' تیسری دفعہ بھی کہا مگر ہر مرتبہ صرف یہی تیار ہوئے' رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اب آپ نے یہی منظور فرما لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی صورت قدرتاً بدل گئی' بالکل یہ معلوم ہونے لگا کہ حضرت عیسیٰؑ یہی ہیں اور چھت کی طرف ایک روزن نمودار ہو گیا اور حضرت عیسیٰؑ کی اونگھ کی حالت ہو گئی اور اسی طرح وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے' اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے ○ اہل کتاب میں سے ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے ○

(آیت:۱۵۹) جیسے قرآن کریم میں ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ الخ' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ''اے عیسیٰؑ میں تم سے مکمل تعاون کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔'' حضرت روح اللہؑ کے سوئے ہوئے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد یہ لوگ اس گھر سے باہر نکلے' یہودیوں کی جماعت نے اس بزرگ صحابی کو جس پر جناب مسیح علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی تھی' عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لیا اور راتوں رات اسے سولی پر چڑھا کر اس کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھ دیا۔ اب یہود خوشیاں منانے لگے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا اور لطف تو یہ ہے کہ عیسائیوں کی کم عقل اور جاہل جماعت نے بھی یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی اور ہاں صرف وہ لوگ جو مسیح علیہ السلام کے ساتھ اس مکان میں تھے اور جنہیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ مسیح آسمان پر چڑھا لئے گئے اور یہ فلاں شخص ہے جو دھوکے میں ان کی جگہ کام آیا۔ باقی عیسائی بھی یہودیوں کا سا راگ الاپنے لگے' یہاں تک کہ پھر یہ بھی گھڑ لیا کہ والدہ عیسیٰؑ سولی تلے بیٹھ کر روتی چلاتی رہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے کچھ باتیں بھی کیں' واللہ اعلم۔

دراصل یہ سب باتیں اللہ کی طرف سے اپنے بزرگ بندوں کا امتحان ہیں جو اس کی حکمت بالغہ کا تقاضا ہے' پس اس غلطی کو اللہ تعالیٰ نے واضح اور ظاہر کر کے حقیقت حال سے اپنے بندوں کو مطلع فرما دیا اور اپنے سب سے بہتر رسولؐ اور بڑے مرتبے والے پیغمبرؐ کی زبانی اپنے پاک اور سچے اور بہترین کلام میں صاف فرما دیا کہ ''حقیقتاً نہ کسی نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا' نہ سولی دی بلکہ ان کی شبیہ جس پر ڈالی گئی تھی' اسے عیسیٰؑ ہی سمجھ بیٹھے' جو یہود و نصاریٰ آپ کے قتل کے قائل ہو گئے' وہ سب کے سب شک و شبہ میں حیرت و ضلالت میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں نہ انہیں خود کچھ علم ہے' صرف اٹکل پچو سنی سنائی باتوں کی تقلیدی چال کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں''۔ اسی لئے پھر اسی کے متصل فرما دیا کہ ''یہ یقینی امر ہے کہ روح اللہؑ کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ جناب باری عزاسمہ نے جو غالب تر ہے اور جس کی قدرتیں بندوں کے فہم میں بھی نہیں آ سکتیں اور جس کی حکمتوں کی تہہ تک اور جس کے کاموں کی لم تک کوئی نہیں پہنچ سکتا' اپنے خاص بندے کو جنہیں اپنی روح کہا تھا' اپنے پاس اٹھا لیا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تھا' آپ گھر میں آئے اور گھر میں بارہ حواری تھے' آپ کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' آپ نے فرمایا! تم میں بعض ایسے ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں مگر کچھ مجھ سے کفر کریں گے۔ پھر آپ نے فرمایا ''تم میں سے کون شخص اسے پسند کرتا ہے کہ اس پر میری شبیہ ڈالی جائے اور میری جگہ وہ قتل کر دیا جائے اور جنت میں میرا رفیق بنے''۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت روح اللہ کی پیش گوئی کے مطابق بعض نے آپ سے بارہ بارہ بار کفر کیا۔ پھر ان کے تین گروہ ہو گئے۔ یعقوبیہ' نسطوریہ اور مسلمان' یعقوبیہ تو کہنے لگے خود اللہ ہم میں تھا' جب تک چاہا رہا' پھر آسمان پر چڑھ گیا' نسطوریہ کا خیال ہو گیا کہ اللہ کا لڑکا ہم میں تھا' جسے ایک زمانے تک ہم میں رکھ کر پھر اللہ نے اپنے پاس چڑھا لیا اور مسلمان کا یہ عقیدہ رہا کہ اللہ کا بندہ اور رسولؑ ہم میں تھا۔ جب تک اللہ نے چاہا' وہ ہم میں رہا اور پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ ان پہلے دو گمراہ فرقوں کا زور ہو گیا اور انہوں نے تیسرے سچے اور اچھے فرقے کو کچلنا اور دبانا شروع کیا' چنانچہ یہ کمزور ہوتے گئے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرما کر اسلام کو غالب کیا۔ اس کی اسناد بالکل صحیح ہے اور نسائی میں حضرت ابو معاویہؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ اسی طرح سلف میں سے بہت سے بزرگوں کا قول ہے' حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس وقت شاہی سپاہی اور یہودی حضرت عیسیٰؑ پر چڑھ دوڑے اور گھیرا ڈال دیا اس وقت آپ کے ساتھ سترہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے جب دروازے کھول کر دیکھا تو دیکھا کہ سب کے سب حضرت عیسیٰؑ کی صورت میں ہیں تو کہنے لگے تم لوگوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے' اب یا تو تم اسے جو حقیقی عیسیٰ ہوں' ہمیں سونپ دو یا اسے منظور کر لو کہ ہم تم سب کو قتل کر ڈالیں۔ یہ سن کر روح اللہؑ نے فرمایا ''کوئی ہے جو جنت میں میرا رفیق بنے اور یہاں میرے بدلے سولی پر

چڑھنا منظور کرے" ایک صحابی اس کے لئے تیار ہو گئے اور کہنے لگے' عیسیٰؑ میں تیار ہوں' چنانچہ دشمنان دین نے انہیں گرفتار کیا۔ قتل کیا اور سولی چڑھایا اور بغلیں بجانے لگے کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کیا' حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ دھوکے میں پڑ گئے اور اللہ نے اپنے رسولؑ کو اسی وقت اپنے پاس چڑھالیا۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم کرادیا کہ وہ دنیا سے خارج ہونے والے ہیں تو آپ پر بہت گراں گذرا اور موت کی گھبراہٹ بڑھ گئی تو آپ نے حواریوں کی دعوت کی' کھانا تیار کیا اور سب سے کہہ دیا کہ آج رات کو میرے پاس تم سب ضرور آنا' مجھے ایک ضروری کام ہے۔ جب وہ آئے تو خود کھانا کھلایا۔ سب کام کاج اپنے ہاتھوں کرتے رہے' جب وہ کھا چکے تو خود ان کے ہاتھ دھلائے اور اپنے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ ان پر بھاری پڑا اور برا بھی لگا لیکن آپ نے فرمایا "سنو اس رات میں جو کر رہا ہوں' اگر تم میں کسی نے مجھے اس سے روکا تو میرا اس کا کچھ واسطہ نہیں نہ وہ میرا نہ میں اس کا"۔ چنانچہ وہ سب خاموش رہے۔ جب آپ ان تمام کاموں سے فارغ ہو گئے تو فرمایا' دیکھو تمہارے نزدیک میں تم سب سے بڑے مرتبے کا ہوں اور میں نے تمہاری خدمت خود کی ہے' یہ اس لئے کہ تم میری اس سنت پر عامل بن جاؤ۔ خبردار تم میں سے کوئی اپنے تئیں اپنے بھائیوں سے بڑا نہ سمجھے' بلکہ ہر بڑا چھوٹے کی خدمت کرے۔ جس طرح خود میں نے تمہاری کی ہے۔ اب تم سے میرا جو خاص کام تھا جس کی وجہ سے آج میں نے تمہیں بلایا ہے وہ بھی سن لو کہ "تم سب مل کر آج رات بھر خشوع وخضوع سے میرے لئے دعائیں کرو کہ میرا اللہ میری اجل کو موخر کردے" چنانچہ سب نے دعائیں شروع کیں لیکن خشوع وخضوع کا وقت آنے سے پہلے ہی اس بے طرح انہیں نیند آنے لگی کہ زبان سے ایک لفظ نکالنا مشکل ہو گیا' آپ انہیں بیدار کرنے لگے اور ایک ایک کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہنے لگے' تمہیں کیا ہو گیا؟ ایک رات بھی جاگ نہیں سکتے؟ میری مدد نہیں کرتے؟ لیکن سب نے جواب دیا' اے رسول اللہؑ ہم خود حیران ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک چھوڑ کئی کئی راتیں جاگتے تھے' جاگنے کے عادی ہیں لیکن اللہ جانے آج کیا بات ہے کہ بری طرح نیند نے گھیر رکھا ہے۔ دعا کے اور ہمارے درمیان کوئی قدرتی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے' تو آپ نے فرمایا۔ اچھا پھر چرواہا نہ رہے گا اور بکریاں تین تیرہ ہو جائیں گی' غرض اشاروں کنایوں میں اپنا مطلب ظاہر کرتے رہے پھر فرمایا "دیکھو تم میں سے ایک شخص صبح کا مرغ بولنے سے پہلے تین مرتبہ میرے ساتھ کفر کرے گا اور تم میں سے ایک چند درہموں کے بدلے مجھے بیچ دے گا اور میری قیمت کھائے گا" اب یہ لوگ یہاں سے باہر نکلے۔ ادھر ادھر چلے گئے' یہود جو اپنی جستجو میں تھے' انہوں نے شمعون حواری کو پہچان کر اسے پکڑا اور کہا' یہ بھی اس کا ساتھی ہے' مگر شمعون نے کہا "غلط ہے۔ میں اس کا ساتھی نہیں ہوں۔ انہوں نے یہ باور کر کے اسے چھوڑ دیا لیکن کچھ آگے جا کر یہ دوسری جماعت کے ہاتھ لگ گیا' وہاں سے بھی اسی طرح انکار کر کے اپنا آپ چھڑوایا۔ اتنے میں مرغ نے بانگ دی۔ اب یہ پچھتانے لگے اور سخت غمگین ہوئے۔ صبح ایک حواری یہودیوں کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں تمہیں عیسیٰ کا پتہ بتلادوں تو تم مجھے کیا دلواؤ گے؟ انہوں نے کہا تیس درہم' چنانچہ اس نے وہ رقم لے لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتلا دیا۔ اس سے پہلے وہ شبہ میں تھے۔ اب انہوں نے گرفتار کر لیا اور رسیوں میں جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور بطور طعنہ زنی کے کہتے جاتے تھے کہ آپ تو مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ جنات کو بھگا دیا کرتے تھے' مجنوں کو اچھا کر دیا کرتے تھے' اب کیا بات ہے کہ خود اپنے تئیں نہیں بچا سکتے۔ ان رسیوں کو بھی نہیں توڑ سکتے' تھو ہے تمہارے منہ پر! یہ کہتے جاتے تھے اور کانٹے ان کے اوپر ڈالتے جاتے تھے۔ اسی طرح بے دردی سے گھسیٹتے ہوئے جب اس لکڑی کے پاس لائے جہاں سولی دینی تھی اور ارادہ کیا کہ سولی چڑھادیں' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ کو اپنی طرف چڑھالیا اور انہوں نے دوسرے شخص کو جو آپ کے مشابہ تھا' سولی پر چڑھادیا۔" پھر سات دن کے بعد حضرت مریمؑ اور وہ عورت جس کو حضرت عیسیٰؑ نے جن سے نجات دلوائی

تھی، وہاں آئیں اور رونے پیٹنے لگیں تو ان کے پاس حضرت عیسیٰؑ آئے اور ان سے کہا کہ ''کیوں روتی ہو؟ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلند کر لیا ہے اور مجھے ان کی ازیتیں نہیں پہنچیں' ان پر تو شبہ ڈال دیا گیا ہے' میرے حواریوں سے کہو کہ مجھ سے فلاں جگہ ملیں'' چنانچہ یہ بشارت جب حواریوں کو ملی تو وہ سب کے سب گیارہ آدمی اس جگہ پہنچے' جس حواری نے آپ کو بیچا تھا' اسے انہوں نے وہاں نہ پایا' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے اپنا گلا گھونٹ کر آپ ہی مر گیا' اس نے خودکشی کر لی۔ آپ نے فرمایا ''اگر وہ توبہ کرتا تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا''۔ پھر پوچھا کہ یہ بچہ جو تمہارے ساتھ ہے' اس کا نام یحییٰ ہے' اب یہ تمہارا ساتھی ہے۔ سنو صبح کو تمہاری زبانیں بدل دی جائیں گی' ہر شخص اپنی اپنی قوم کی زبان بولنے لگے گا' تو اسے چاہئے کہ اسی قوم میں جا کر اسے میری دعوت پہنچائے اور اللہ سے ڈرائے۔ یہ واقعہ نہایت ہی غریب ہے۔

ابن اسحاق کا قول ہے کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ جس نے حضرت عیسیٰؑ کے قتل کے لئے اپنی فوج بھیجی تھی' اس کا نام داؤد تھا۔ حضرت عیسیٰؑ اس وقت سخت گھبراہٹ میں تھے' کوئی شخص اپنی موت سے اس قدر پریشان' حواس باختہ اور اس قدر رواویلا کرنے والا نہ ہو گا جس قدر آپ نے اس وقت کیا۔ یہاں تک کہ فرمایا' اے اللہ اگر تو موت کے پیالے کو کسی سے بھی ٹالنے والا ہے تو مجھ سے ٹال دے اور یہاں تک کہ گھبراہٹ اور خوف کے مارے ان کے بدن سے خون پھوٹ کر بہنے لگا' اس وقت اس مکان میں آپ کے ساتھ بارہ حواری تھے' جن کے نام یہ ہیں فرطوس' یعقوبس' ربدا یخس' (یعقوب کا بھائی) اندارابلیس' فیلبس' ابن یلما' متا' طوماس' یعقوب بن حلقایا' نداوسیس' قنابیا' لیودس وکریا یوطا۔ بعض کہتے ہیں تیرہ آدمی تھے اور ایک کا نام سرجس تھا۔ اسی نے اپنا آپ سولی پر چڑھایا جانا حضرت عیسیٰؑ کی بشارت پر منظور کیا تھا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھا لئے گئے اور بقیہ لوگ یہودیوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے' اب جو گنتی گنتے ہیں تو ایک کم نکلا۔ اس کے بارے میں ان میں آپس میں اختلاف ہوا۔ یہ لوگ جب اس جماعت پر چھاپہ مارتے ہیں اور انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عیسیٰؑ کو چونکہ پہچانتے نہ تھے تو لیودس وکریا یوطا نے تیس درہم لے کر ان سے کہا تھا کہ میں سب سے پہلے جاتا ہوں۔ جسے میں جا کر بوسہ دوں' تم سمجھ لینا کہ عیسیٰ وہی ہے' جب یہ اندر پہنچتے ہیں' اس وقت حضرت عیسیٰ اٹھا لئے گئے تھے اور حضرت سرجس آپ کی صورت میں بنا دیئے گئے تھے' اس نے جا کر حسب قرارداد انہی کا بوسہ لیا اور یہ گرفتار کر لئے گئے۔ پھر تو یہ بہت نادم ہوا اور اپنے گلے میں رسی ڈال کر پھانسی پر لٹک گیا اور نصرانیوں میں ملعون بنا۔ بعض کہتے ہیں' اس کا نام یودس رکریا یوطا تھا' یہ جیسے ہی حضرت عیسیٰؑ کی پہچان کرانے کے لئے اس گھر میں داخل ہوا' حضرت عیسیٰ تو اٹھا لئے گئے اور خود اس کی صورت حضرت عیسیٰ جیسی ہو گئی اور اسی کو لوگوں نے پکڑ لیا' یہ ہزار چیختا چلاتا رہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں' میں تو تمہارا ساتھی ہوں' میں نے ہی تو تمہیں عیسیٰ کا پتہ دیا تھا لیکن کون سنے؟ آخر اسی کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ اب اللہ ہی کو علم ہے کہ یہی تھا یا وہ تھا' جس کا ذکر پہلے ہوا۔ حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ حضرت روح اللہؑ کی مشابہت جس پر ڈال دی گئی تھی' اسے صلیب پر چڑھایا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں ''حضرت عیسیٰ کی شبیہ آپ کے ان تمام ساتھیوں پر ڈال دی گئی تھی۔'' اس کے بعد بیان ہوتا ہے کہ جناب روح اللہ کی موت سے پہلے جملہ اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے اور قیامت تک آپ ان کے گواہ ہوں گے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں اس کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔

ایک تو یہ کہ عیسیٰؑ موت سے پہلے یعنی جب آپ قتل دجال کے لیے دوبارہ زمین پر آئیں گے' اس وقت تمام مذاہب اٹھ جائیں گے اور صرف ملت اسلامیہ جو دراصل ابراہیمؑ حنیف کی ملت ہے' رہ جائے گی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں موتہ سے مراد موت عیسیٰ ہے۔[1] ابو مالک

" فرماتے ہیں جب جناب مسیح اتریں گے' اس وقت کل اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ ابن عباسؓ سے اور روایت میں ہے' خصوصاً یہودی ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں یعنی نجاشی اور ان کے ساتھی۔ آپ سے مروی ہے کہ قسم اللہ کی حضرت عیسیٰ اللہ کے پاس اب زندہ موجود ہیں۔ جب آپ زمین پر نازل ہوں گے' اس وقت اہل کتاب میں سے ایک بھی باقی نہ بچے گا جو آپ پر ایمان لائے۔ آپ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی جاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھالیا ہے اور قیامت سے پہلے آپ کو دوبارہ زمین پر اس حیثیت سے بھیجے گا کہ ہر نیک و بد آپ پر ایمان لائے گا۔ حضرت قتادہ' حضرت عبدالرحمٰن وغیرہ بہت سے مفسرین کا یہی فیصلہ ہے اور یہی قول حق ہے اور یہی تفسیر بالکل ٹھیک ہے' ان شاءاللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے ہم اسی کو بادلائل ثابت کریں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر اہل کتاب آپ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ اس لئے کہ موت کے وقت حق و باطل سب پر کھل جاتا ہے تو ہر کتابی حضرت عیسیٰؑ کی حقانیت کو زمین سے سدھارنے سے پہلے یاد کر لیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں' کوئی یہودی نہیں مرتا جب تک کہ وہ حضرت روح اللہؑ پر ایمان نہ لائے۔ حضرت مجاہدؒ کا یہی قول ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ سے تو یہاں تک مروی ہے کہ اگر کسی اہل کتاب کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے تاہم اس کی روح نہیں نکلتی جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے اور یہ نہ کہہ دے کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت ابی کی تو قرات میں قَبْلَ مَوْتِهِمْ ہے۔ ابن عباسؓ سے پوچھا جاتا ہے کہ فرض کرو کوئی دیوار سے گر کر مر جائے؟ فرمایا' پھر بھی اس درمیانی فاصلے میں وہ ایمان لا چکتا ہے۔ عکرمہؒ، محمد بن سیرینؒ، محمد ضحاکؒ، سعید بن جبیرؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ ایک قول امام حسنؒ سے ایسا بھی مروی ہے کہ جس کا مطلب پہلے قول کا سا بھی ہو سکتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے کا بھی ہو سکتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر کہ وہ آنحضرت ﷺ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ عکرمہؒ یہی فرماتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' اب سب اقوال میں زیادہ ترصحیح قول پہلا ہی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے قریب قیامت کے اتریں گے' اس وقت کوئی اہل کتاب آپ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ فی الواقع امام صاحب کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے۔ اس لئے کہ یہاں کی آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصود یہودیوں کے اس دعوے کو غلط ثابت کرنا ہے کہ ہم نے جناب مسیح کو قتل کیا اور سولی دی۔ اور اسی طرح جن جاہل عیسائیوں نے بھی کہا ہے' ان کے قول کو بھی باطل کرنا ہے' تو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ فی الواقع نفس الامر میں نہ تو روح اللہ مقتول ہوئے' نہ مصلوب ہوئے بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ جیسے ایک شخص کو قتل کیا لیکن خود انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تو اپنے پاس چڑھالیا۔ وہ زندہ ہیں' اب تک باقی ہیں۔ قیامت کے قریب اتریں گے' جیسے صحیح متواتر حدیثوں میں ہے' مسیح ہر گمراہ کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیروں کو قتل کریں گے' جزیہ قبول نہیں کریں گے' اعلان کر دیں گے کہ یا تو اسلام کو قبول کر و یا تلوار سے مقابلہ کرو۔ پس اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ اس وقت تمام اہل کتاب آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں گے اور ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو اسلام کو مانے بغیر رہ جائے یا رہ سکے۔ پس جسے یہ گمراہ یہود اور یہ جاہل نصرانی مرا ہوا جانتے ہیں اور سولی پر چڑھایا ہوا مانتے ہیں' یہ ان کی حقیقی موت سے پہلے ہی ان پر ایمان لائیں گے اور جو کام انہوں نے ان کی موجودگی میں کئے ہیں اور کریں گے' یہ ان پر قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دیں گے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کے قبل زندگی کے مشاہدہ کئے ہوئے کام اور دوبارہ کی آخری زندگی جو زمین پر گذاریں گے' اس میں ان کے سامنے جو کام انہوں نے کئے' وہ سب آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اور اللہ کے سامنے انہیں پیش

کریں گے۔

ہاں ان کی تفسیر میں جو دو قول اور بیان ہوئے ہیں وہ بھی واقعہ کے اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ فرشتہ موت کے آ جانے کے بعد احوال آخرت' سچ جھوٹ کا معائنہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت ہر شخص سچائی کو سچ کہنے اور سمجھنے لگتا ہے لیکن وہ ایمان اللہ کے نزدیک معتبر نہیں' اسی سورت کے شروع میں ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ الخ' اور جگہ فرمان ہے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ الخ' یعنی جو لوگ موت کے آ جانے تک برائیوں میں مشغول رہے' ان کی توبہ قبول نہیں اور جو لوگ عذاب اللہ دیکھ کر ایمان لائیں' انہیں بھی ان کا ایمان نفع نہ دے گا۔ پس ان دونوں آیتوں کو سامنے رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ پچھلے دو اقوال کی جو امام ابن جریرؒ نے تردید کی ہے' یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ امام صاحب فرماتے ہیں اگر پچھلے دونوں قولوں کو اس آیت کی تفسیر میں صحیح مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ کسی یہودی یا نصرانی کے اقرباء اس کے وارث نہ ہوں' اس لئے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ پر اور حضرت محمدؐ پر ایمان لا کر مرا اور اس کے وارث یہود و نصاریٰ ہیں' اور مسلمان کا وارث کافر ہو نہیں سکتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ اس وقت ہے جب ایمان ایسے وقت لائے کہ اللہ کے نزدیک معتبر ہو' نہ ایسے وقت ایمان لانا جو بالکل بے سود ہے۔ ابن عباسؓ کے قول پر گہری نظر ڈالئے کہ دیوار سے گرتے ہوئے' درندے کے جبڑوں میں' تلوار کے چلتے ہوئے وہ ایمان لاتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت کا ایمان مطلق نفع نہیں دے سکتا جیسے قرآن کی مندرجہ بالا دونوں آیتیں ظاہر کر رہی ہیں۔ واللہ اعلم۔ میرے خیال سے تو یہ بات بہت صاف ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے پچھلے دونوں قول بھی معتبر مان لینے سے کوئی اشکال پیش نہیں آتا۔ اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک ہیں۔ لیکن ہاں آیت سے واقعی مطلب تو وہی ہے جو پہلا قول ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں' قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے اور یہودیوں و نصرانیوں دونوں کو جھوٹا بتائیں گے اور جو افراط و تفریط انہوں نے کی ہے' اسے باطل قرار دیں گے۔ ایک طرف ملعون جماعت یہودیوں کی ہے جنہوں نے آپ کو آپ کی عزت سے بہت گرا دیا اور ایسی ناپاک باتیں آپ کی شان میں کہیں جن سے ایک بھلا انسان نفرت کرے۔ دوسری جانب نصرانی ہیں جنہوں نے آپ کے مرتبے کو اس قدر بڑھایا کہ جو آپ میں نہ تھا۔ اس کا بھی اثبات کیا اور مقام نبوت سے مقام ربوبیت تک پہنچا دیا جس سے اللہ کی ذات بالکل پاک ہے۔

اب ان حدیثوں کو سنئے جن میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر زمانے میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر اتریں گے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف سب کو بلائیں گے۔ صحیح بخاری شریف جسے ساری امت نے قبول کیا ہے' اس میں امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمتہ والرضوان کتاب ذکر انبیاء میں یہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابن مریمؑ نازل ہوں گے' عادل منصف بن کر صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ ہٹا دیں گے۔ مال اس قدر بڑھ جائے گا کہ اسے لینا کوئی منظور نہ کرے گا' ایک سجدہ کر لینا' دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے محبوب تر ہو گا۔ اس حدیث کو بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ نے بطور شہادت قرآنی کے اسی آیت و ان من کی آخر تک تلاوت کی۔

صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور سند سے یہی روایت بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ سجدہ اس وقت فقط اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہو گا۔ اور اس آیت کی تلاوت میں قبل موتہ کے بعد یہ فرمان بھی ہے کہ قبل موت عیسی بن مریم پھر اسے حضرت ابو ہریرہؓ کا تین مرتبہ دوہرانا بھی ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے' حضرت عیسیٰ حج یا عمرے پر یا دونوں پر لبیک کہیں

گے' میدان حج میں' روحاء میں۔ یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے' عیسیٰ بن مریمؑ اتریں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو مٹائیں گے' نماز باجماعت ہوگی اور مال راہ اللہ میں اس قدر کثرت سے دیا جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ خراج چھوڑ دیں گے' روحاء میں جائیں گے اور وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے یا دونوں ایک ساتھ کریں گے۔ پھر ابو ہریرہؓ نے یہی آیت پڑھی لیکن آپ کے شاگرد حضرت حنظلہؒ کا خیال ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا "حضرت عیسیٰ کے انتقال سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے"۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب حدیث کے ہی الفاظ ہیں یا حضرت ابو ہریرہؓ کے اپنے۔

صحیح بخاری میں ہے اس وقت کیا ہوگا جب تم میں مسیح بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ ابو داؤد' مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "انبیاء کرام علیہم السلام سب ایک باپ کے بیٹے بھائی کی طرح ہیں' مائیں جدا جدا اور دین ایک۔ عیسیٰ بن مریم سے زیادہ تر نزدیک میں ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں' یقیناً وہ اترنے والے ہیں۔ پس تم انہیں پہچان رکھو۔ درمیانہ قد ہے' سرخ و سفید رنگ ہے' وہ دو گیروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے اوڑھے اور باندھے ہوں گے' بال خشک ہونے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ قبول نہ کریں گے' لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے' ان کے زمانے میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی' صرف اسلام ہی اسلام رہے گا' ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کرے گا۔ پھر زمین پر امانت واقع ہوگی یہاں تک کہ کالے ناگ اونٹوں کے ساتھ' چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے چگتے پھریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے' انہیں وہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے' چالیس برس تک ٹھہریں گے' پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے"۔ ابن جریر کی اسی روایت میں ہے' آپ لوگوں سے اسلام پر جہاد کریں گے' اس حدیث کا ایک ٹکڑا بخاری شریف میں بھی ہے۔ اور روایت میں ہے "سب سے زیادہ قریب تر حضرت عیسیٰ سے دنیا اور آخرت میں میں ہوں"۔

صحیح مسلم میں ہے "قیامت قائم نہ ہوگی' جب تک رومی اعماق یا والق میں نہ اتریں اور ان کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر نہ نکلے گا' جو اس وقت تمام زمین کے لوگوں سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوں گے' جب صفیں بندھ جائیں گی تو رومی کہیں گے تم سے ہم لڑنا نہیں چاہتے' ہم میں سے جو دین بدل کر تم میں جا ملے' ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں۔ تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ لیکن مسلمان کہیں گے واللہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے ان کمزور بھائیوں کو تمہارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوگی۔ مسلمانوں کے اس لشکر کا تہائی حصہ تو شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوگا' ان کی توبہ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا اور تہائی حصہ شہید ہو جائے گا' جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہیں لیکن آخری تہائی حصہ فتح حاصل کرے گا اور رومیوں پر غالب آ جائے گا' پھر یہ کسی فتنے میں نہ پڑیں گے' قسطنطنیہ کو فتح کریں گے' ابھی تو وہ اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکائے ہوئے مال غنیمت تقسیم کر ہی رہے ہوں گے جو شیطان چیخ کر کہے گا کہ تمہارے بال بچوں میں دجال آ گیا' اس کے اس جھوٹ کو سچ جان کر مسلمان یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے' شام میں پہنچیں گے' دشمنوں سے جنگ آزما ہونے کے لئے صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے کہ دوسری جانب نماز کی اقامت ہوگی اور حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے' ان کی امامت کرائیں گے' جب دشمن رب انہیں دیکھے گا تو اسی طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے' اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے یونہی چھوڑ دیں' جب بھی وہ گھلتے گھلتے ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے حربے پر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے"۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے' حضورؐ فرماتے ہیں "معراج والی رات میں نے ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی' آپس میں قیامت کی نسبت بات چیت ہونے لگی' ابراہیم علیہ السلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی' اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی' لیکن حضرت عیسیٰ نے

فرمایا' اس کے آنے کا ٹھیک وقت تو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا' ہاں مجھ سے میرے رب نے جو عہد لیا ہے' وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا' اس کے ہمراہ دو شاخیں ہوں گی' مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے' یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی بولنے لگیں گے کہ اے مسلمان یہاں میرے پیچھے ایک کافر ہے اور اسے قتل کر لے' اللہ تعالیٰ ان سب کو غارت کر دے گا اور لوگ امن و امان کے ساتھ اپنے اپنے وطن اور شہروں کو لوٹ جائیں گے' اب یاجوج ماجوج نکلیں گے' اور ہر طرف سے چڑھ دوڑیں گے' تمام شہروں کو روندیں گے' جس جس چیز پر گذر ہوگا' اسے ہلاک کر دیں گے' جس پانی کے پاس سے گذریں گے' پی جائیں گے' لوگ پھر لوٹ کر میرے پاس آئیں گے' میں اللہ سے دعا کروں گا' اللہ ان سب کو ایک ساتھ فنا کر دے گا لیکن ان کے مردہ جسموں سے ہوا بگڑ جائے گی' بدبو پھیل جائے گی' پھر مینہ برسے گا اور اس قدر کہ ان کی تمام لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گا۔ بس اس وقت قیامت کی اس طرح آمد آمد ہوگی جس طرح پورے دن کی حاملہ عورت ہو کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ صبح کو بچہ ہو جائے یا شام کو ہو جائے۔ رات کو پیدا ہو یا دن کو؟۔''

مسند احمد میں ہے حضرت ابونضرہؒ فرماتے ہیں' ہم حضرت عثمان بن ابوالعاصؓ کے پاس جمعہ والے دن آئے کہ ہمارا لکھا ہوا قرآن ان کے قرآن سے ملائیں' جمعہ کا جب وقت آیا تو آپ نے ہم سے فرمایا ''غسل کر لو'' پھر خوشبو لے آئے جو ہم نے ملی' پھر ہم مسجد میں آئے اور ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے جنہوں نے ہم سے دجال والی حدیث بیان کی۔ پھر حضرت عثمان بن ابوالعاصؓ آئے' ہم کھڑے ہو گئے' پھر سب بیٹھ گئے' آپ نے فرمایا ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مسلمانوں کے تین شہر ہو جائیں گے' ایک دونوں سمندر کو ملنے کی جگہ پر' ایک خیرہ میں اور ایک شام میں' پھر تین گھبراہٹیں لوگوں کو ہوں گی' پھر دجال نکلے گا' یہ پہلے شہر کی طرف جائے گا' وہاں کے لوگ تین حصوں میں ہو جائیں گے' ایک حصہ تو کہے گا ہم اس کے مقابلہ پر ٹھہرے رہیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ دوسری جماعت گاؤں کے لوگوں میں مل جائے گی اور تیسری جماعت دوسرے شہر میں چلی جائے گی جو ان سے قریب ہوگا' دجال کے ساتھ ستر ہزار لوگ ہوں گے' جن کے سروں پر تاج ہوں گے' ان کی اکثریت یہودیوں کی اور عورتوں کی ہوگی' یہاں کے یہ مسلمان ایک گھاٹی میں سمٹ کر محصور ہو جائیں گے' ان کے جانور جو چرنے چگنے کو گئے ہوں گے' وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے' اس سے ان کے مصائب بہت بڑھ جائیں گے اور بھوک کے مارے برا حال ہو جائے گا' یہاں تک کہ اپنی کمانوں کی تانیں سینک سینک کر کھالیں گے' جب سخت تنگی میں ہوں گے تو انہیں سمندر میں سے آواز آئے گی کہ لوگو تمہاری مدد آ گئی۔ اس آواز کو سن کر یہ لوگ خوش ہوں گے' کیونکہ آواز سے جان لیں گے کہ یہ کسی آسودہ شخص کی آواز ہے' عین صبح کی نماز کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے' ان کا امیر آپ سے کہے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے اور نماز پڑھایئے لیکن آپ کہیں گے کہ اس امت کے بعض بعض کے امیر ہیں' چنانچہ انہی کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا' نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنا حربہ ہاتھ میں لے کر مسیح دجال کا رخ کریں گے' دجال آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا' آپ اس کے سینہ پر وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن انہیں کہیں امن نہیں ملے گا یہاں تک کہ اگر وہ کسی درخت تلے چھپیں گے تو وہ درخت پکار کر کہے گا کہ اے مومن یہ ایک کافر میرے پاس چھپا ہوا ہے اور اسی طرح پتھر بھی۔

''ابن ماجہ میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے ایک خطبہ کا کم و بیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے اور اس سے ڈرانے میں ہی صرف کیا' جس میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہا تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں۔ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں' میں سب سے آخری نبیؐ ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو' وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا' اگر میری موجودگی میں آ گیا تو تو میں آپ اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنا آپ اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان کا خلیفہ بناتا ہوں۔ وہ شام و عراق کے

درمیان نکلے گا' دائیں بائیں خوب گھومے گا' لوگو اے اللہ کے بندو! دیکھو دیکھو تم ثابت قدم رہنا' سنو میں تمہیں اس کی ایسی صفت سناتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں سنائی۔ وہ ابتداء میں دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں' پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں' پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا میں اللہ ہوں' پس تم یاد رکھنا کہ اللہ کو ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا' ہاں مرنے کے بعد دیدار باری تعالیٰ بار ہو سکتا ہے۔ اور سنو وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں' اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایمان دار پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ آگ ہوگی اور باغ ہوگا۔ اس کی آگ دراصل جنت ہوگی اور اس کا باغ دراصل جہنم ہوگا' سنو تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے' وہ اللہ سے فریاد رسی چاہے اور سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے' اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی جیسے کہ خلیل اللہ پر نمرود کی آگ ہوگئی' اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے باپ کو زندہ کر دوں تو تو مجھے رب مان لے گا۔ وہ اقرار کرے گا' اتنے میں دو شیطان اس کی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور ان سے کہیں گے' بیٹے یہی تیرا رب ہے۔ تو اسے مان لے' اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اسے آرے سے چروا کر دو ٹکڑے کروا دے گا' پھر لوگوں سے کہے گا میرے اس بندے کو دیکھنا' اب میں اسے زندہ کر دوں گا' لیکن پھر بھی یہ یہی کہے گا کہ اس کا رب میرے سوا اور ہے' چنانچہ یہ اسے اٹھا بٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا' میرا رب اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ اللہ کی قسم اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہو گیا۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''یہ مومن میری تمام امت سے زیادہ بلند درجہ کا جنتی ہوگا''۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب ہی ہوں گے۔ آپ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا' حضورؐ فرماتے ہیں اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی' وہ زمین کو پیداوار اگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار نکلے گی' اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا' وہ اسے نہ مانیں گے' اسی وقت ان کی تمام چیزیں برباد اور ہلاک ہو جائیں گی' اور قبیلے کے پاس جائے گا جو اسے اللہ مان لے گا' اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برسے گی اور زمین پھل اور کھیتی اگائے گی' ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین کا گشت کرے گا' جب مدینہ کا رخ کرے گا تو یہاں ہر ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں لئے ہوئے پائے گا تو ضریب کی انتہائی حد پر ضریب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا' پھر مدینے میں تین بھونچال آئیں گے' اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی' سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گے اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے میں سے دور پھینک دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے' اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا''۔

ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا' اول تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی' ان کا امام ایک صالح شخص ہوگا جو آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھا رہا ہوگا' جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ یہ امام پچھلے پیروں پیچھے ہٹے گا تاکہ آپ آگے بڑھ کر امامت کرائیں لیکن آپ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ' اقامت تمہارے لئے کی گئی ہے پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا' فارغ ہو کر آپ فرمائیں گے' دروازہ کھول دو پس کھول دیا جائے گا' ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لئے ہوئے موجود ہوگا' جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا' دجال آپ کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا لیکن آپ فرمائیں گے' اللہ نے مقرر کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے گا۔ تو اسے ٹال نہیں سکتا چنانچہ آپ اسے مشرقی باب لد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کریں گے' اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن انہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی' ہر پتھر' ہر درخت' ہر دیوار اور

ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان یہاں یہودی ہے' آ اسے مار ڈال' ہاں ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے۔ یہ نہیں بولے گا"۔ حضورؐ فرماتے ہیں' اس کا رہنا چالیس تک ہوگا' سال آدھے سال کے برابر اور سال مہینہ بھر جیسا اور مہینہ جمعہ جیسا اور باقی دن مثل شرارہ کے۔ صبح ہی ایک شخص شہر کے ایک دروازے سے چلے گا' ابھی دوسرے دروازے تک نہیں پہنچا تو شام ہو جائے گی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ پھر ان چھوٹے دنوں میں ہم نماز کیسے پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا' اندازہ کرلیا کرو جیسے ان لمبے دنوں میں اندازہ سے پڑھا کرتے تھے۔ حضورؐ فرماتے ہیں' پس عیسیٰ بن مریم میری امت میں حاکم ہوں گے' عادل ہوں گے' امام ہوں گے' باانصاف ہوں گے' صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ کو ہٹادیں گے۔ صدقہ چھوڑ دیا جائے گا۔ پس بکری اور اونٹ پر کوشش نہ کی جائے گی۔ حد اور بغض بالکل جاتا رہے گا۔ ہر زہریلے کا زہر ہٹا دیا جائے گا' بچے اپنی انگلی سانپ کے منہ میں ڈالیں گے لیکن وہ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ شیروں سے لڑکے کھیلیں گے۔ نقصان کچھ نہ ہوگا۔ بھیڑئے بکریوں کے گلے میں اس طرح پھیریں گے جیسے رکھوالا ہو کتا ہو تمام زمین اسلام اور اصلاح سے اس طرح بھر جائے گی برتن پانی سے لبالب بھرا ہو۔ سب کا کلمہ ایک ہو جائے گا اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ لڑائی اور جنگ بالکل موقوف ہو جائے گی۔ قریش اپنا ملک سلب کرلیں گے۔ زمین مثل سفید چاندی کے منور ہو جائے گی اور جیسی برکتیں زمانہ آدمؑ میں تھیں' لوٹ آئیں گی۔ ایک جماعت کو ایک انگور کا خوشہ پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوگا۔ ایک انار اتنا ہوگا کہ ایک جماعت کھائے اور سیر ہو جائے۔ بیل اتنی اتنی قیمت پر ملے گا اور گھوڑا چند درہموں پر ملے گا۔ لوگوں نے پوچھا اس کی قیامت گر جانے کی کیا وجہ؟ فرمایا اس لئے کہ لڑائیوں میں اس کی سواری بالکل نہ لی جائے گی۔ دریافت کیا گیا' بیل کی قیمت بڑھ جانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس لئے کہ تمام زمین پر کھیتیاں ہونی شروع ہو جائیں گی۔ دجال کے کرنے تین سال پیشتر سے سخت قحط سالی ہوگی' پہلے سال بارش کا تیسرا حصہ بحکم الٰہی روک لیا جائے گا اور زمین کی پیداوار کا بھی تیسرا حصہ کم ہو جائے گا' پھر دوسرے سال اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش کی دو تہائیاں روک لے اور یہی حکم زمین کو ہوگا کہ اپنی پیداوار کی دو تہائیاں کم کر دے' تیسرے سال آسمان سے بارش کا ایک قطرہ نہ برسے گا' نہ زمین سے کوئی روئیدگی پیدا ہوگی' تمام جانور اس قحط سے ہلاک ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ پھر اس وقت لوگ زندہ کیسے رہ جائیں گے' آپ نے فرمایا "ان کی غذا کے قائم مقام اس وقت ان کا لا الٰہ الا اللہ کہنا اور اللہ اکبر کہنا اور سبحان اللہ کہنا اور الحمد للہ کہنا ہوگا"۔

امام ابن ماجہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے استاد نے اپنے استاد سے سنا وہ فرماتے تھے یہ حدیث اس قابل ہے کہ بچوں کے استاد اسے بچوں کو بھی سکھادیں بلکہ لکھوائیں تاکہ انہیں بھی یاد رہے' یہ حدیث اس سند سے ہے تو غریب لیکن اس کے بعض حصوں کی شواہد دوسری حدیثیں ہیں اسی حدیث جیسی ایک حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اسے بھی ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

"صحیح مسلم شریف میں ہے ایک دن صبح کو آنحضرت ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور اس طرح اسے واضح بیان کیا کہ ہم سمجھے' کہیں مدینہ کے نخلستان میں وہ موجود نہ ہو پھر جب ہم لوٹ کر آپ کی طرف آئے تو ہمارے چہروں سے آپ نے جان لیا اور دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ ہم نے کہ سنائی تو آپ نے فرمایا دجال کے علاوہ مجھے تو تم پر اور اس سے بھی بڑا خوف ہے' اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں آپ اس سے سمجھ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر مسلمان اس سے آپ بھگت لے گا' میں اپنا خلیفہ ہر مسلمان پر اللہ کو بناتا ہوں' وہ جوان ہوگا' آنکھ اس کی ابھری ہوئی ہوگی' بس یوں سمجھ لو کہ عبدالعزیٰ بن قطن جیسا ہوگا' تم میں جو اسے دیکھے اسے چاہئے کہ سورۂ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے وہ شام وعراق کے درمیانی گوشے سے نکلے گا اور دائیں بائیں گشت کرے گا' اے اللہ کے بندو! خوب ثابت قدم رہنا' ہم نے پوچھا حضورؐ وہ رہے گا کتنی مدت آپ نے فرمایا چالیس دن' ایک دن سال کے برابر' ایک دن ایک مہینے کے برابر' ایک دن جمعہ کے برابر اور باقی دن تمہارے معمولی دنوں جیسے' پھر ہم نے دریافت کیا کہ جو دن سال بھر کے برابر ہوگا' کیا اس میں ایک ہی دن کی نماز کافی ہوں گی؟ آپ نے

فرمایا نہیں بلکہ اندازہ کرلو اور نماز ادا کرلو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی رفتار کی سرعت کیسی ہوگی؟ فرمایا ایسی جیسے بادل ہواؤں سے بھاگتے ہیں۔ ایک قوم کو پانی طرف بلائے گا وہ مان لیں گے تو آسمان سے ان پر بارش برسے گی' زمین سے کھیتی اور پھل اگیں گے ان کے جانور تر و تازہ اور زیادہ دودھ والے ہو جائیں گے' ایک قوم کے پاس جائے گا جو اسے جھٹلائے گی اور اس کا انکار کر دے گی' یہ وہاں سے لوٹے گا تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا' وہ بنجر زمین پر کھڑے ہو کر حکم دیے گا کہ اے زمین کے خزانو نکل آؤ تو وہ سب نکل آئیں گے اور شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے۔ یہ ایک نوجوان کو بلائے گا اسے قتل کرے گا اور اس کے ٹھیک دو ٹکڑے کر کے اتنی اتنی دور ڈال دے گا کہ ایک تیر کی کمان سے نکلے ہوئے دوری ہو' پھر اسے آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا ہوا اس کے پاس آ جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا اور وہ دمشق کے سفید شرقی مینارے کے پاس دو چادریں اوڑھے باندھے دو فرشتوں کے پروں پر بازو رکھے ہوئے اتریں گے' جب سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اٹھائیں گے تو مثل موتیوں کے وہ قطرے لڑھکیں گے' جس کافر تک ان کا سانس پہنچ جائے وہ مر جائے گا اور آپ کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک نگاہ پہنچے' آپ دجال کا پیچھے کریں گے' اور باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کریں گے' پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے' جنہیں اللہ نے اس فتنے سے بچایا ہوگا' ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کے جنتی درجوں کی انہیں خبریں دیں گے' اب اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کے پاس وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تو تم میرے ان خاص بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ۔

پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے اور وہ ہر طرف سے کودتے پھاندتے آ جائیں گے' بحیرہ طبریہ پر ان کا پہلا گروہ آئے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا' جب ان کے بعد ہی دوسرا گروہ آئے گا تو وہ ایسا سوکھا پڑا ہوگا کہ وہ کہیں گے شاید یہاں کبھی پانی ہوگا؟ حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی مومن وہاں اس قدر محصور رہیں گے کہ ایک بیل کا سر انہیں اس سے بھی اچھا لگے گا جیسے تمہیں آج ایک سو دینار محبوب ہیں' اب آپ اور مومن اللہ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے' اللہ ان پر گردن کی گلٹی کی بیماری بھیج دے گا' جس میں سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم میں فنا ہو جائیں گے' پھر حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی زمین پر اتریں گے مگر زمین پر بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں سے اور بدبو سے خالی ہو' پھر آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے تو بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر ایک قسم کے پرند اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ چاہے ڈال آئیں گے' پھر بارش ہوگی' جس سے تمام زمین دھل دھلا کر ہتھیلی جیسی صاف ہو جائے گی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل نکال اور اپنی برکتیں لوٹا' اس دن ایک انار ایک جماعت کو کافی ہوگا اور وہ سب اس کے چھلکے تلے آرام حاصل کر سکیں گے۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے سے نہیں پیا جائے گا۔ پھر پروردگار عالم ایک لطیف اور پاکیزہ ہوا چلائے گا جو تمام ایماندار مردوں عورتوں کی بغل تلے سے نکل جائے گی اور ساتھ ہی ان کی روح بھی پرواز کر جائے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح دھینگا مشتی میں مشغول ہو جائیں گے۔ ان پر قیامت قائم ہوگی۔ مسند احمد میں بھی ایک ایسی ہی حدیث ہے اسے ہم سورۂ انبیاء کی آیت حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ الخ' کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں قیامت یہاں یہاں تک آ جائے گی۔ آپ نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہہ کر فرمایا میرا تو اب جی چاہتا ہے کہ تمہیں اب کوئی حدیث ہی نہ سناؤں' میں نے تو یہ کہا تھا کہ کچھ زمانے کے بعد تم بڑے بڑے امر دیکھو گے' بیت اللہ جلا دیا جائے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا وغیرہ۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال نکلے گا اور میری امت میں چالیس تک ٹھہرے گا' مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال' پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجے گا' آپ کی صورت مثل حضرت عروہ بن مسعود کے ہے۔ آپ اسے تلاش کر کے قتل کریں

گے- پھر سات سال تک لوگ اسی طرح رہیں گے کہ وہ بھی کچھ عداوت ہوگی' پھر ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے چلے گی اور سب ایمان والوں کو فوت کر دے گی- جس کے دل میں ایک ذرے برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا اگرچہ وہ کسی پہاڑ کے غار میں ہو' وہ بھی فوت ہو جائے گا' پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور درندوں جیسے دماغوں والے ہوں گے' اچھائی برائی کی کوئی تمیز ان میں نہ ہوگی- شیطان ان کے پاس انسانی صورت میں آکر انہیں بت پرستی کی طرف مائل کر دے گا لیکن ان کی اس حالت میں بھی ان کی روزیوں کے دروازے ان پر کھلے ہوئے ہوں گے اور زندگی بہ آرام گذر رہی ہوگی' پھر صور پھونکا جائے گا' جس سے لوگ گرنے مرنے لگیں گے' ایک شخص جو اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے ان کا حوض ٹھیک کر رہا ہوگا' سب سے پہلے صور کی آواز اس کے کان میں پڑے گی' جس سے یہ اور تمام اور لوگ بیہوش ہو جائیں گے- غرض سب کے فنا ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ مینہ برسائے گا جو مثل شبنم کے یا مثل سائے کے ہوگا' اس سے دوبارہ جسم پیدا ہوں گے- پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا' سب کے سب جی اٹھیں گے' پھر کہا جائے گا' لوگو! اپنے رب کی طرف چلو' انہیں ٹھہرا کر ان سے سوال کیا جائے گا- پھر فرمایا جائے گا' جہنم کا حصہ نکالو' پوچھا جائے گا کتنوں سے کتنے؟ جواب ملے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے' یہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا بنا دے گا اور یہی دن ہے جس میں پنڈلی کھولی جائے گی-

مسند احمد میں ہے' ابن مریم باب لد کے پاس یا لد کی جانب مسیح دجال کو قتل کریں گے- ترمذی میں باب لد ہے اور یہ حدیث صحیح ہے- اس کے بعد امام ترمذیؒ نے چند اور صحابہؓ کے نام لئے ہیں کہ ان سے بھی اس باب کی حدیثیں مروی ہیں تو اس سے مراد وہ حدیثیں ہیں جن میں دجال کا مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہونا مذکور ہے- صرف دجال کے ذکر کی حدیثیں تو بے شمار ہیں' جنہیں جمع کرنا سخت دشوار ہے- مسند میں ہے کہ عرفے سے آتے ہوئے حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ایک مجمع کے پاس سے گذرے- اس وقت وہاں قیامت کے ذکر افکار ہو رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا جب تک دس باتیں نہ ہو لیں' قیامت قائم نہ ہوگی' آفتاب کا مغرب کی جانب سے نکلنا' دھویں کا آنا' دابتہ الارض کا نکلنا' یاجوج ماجوج کا آنا' عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا' دجال کا آنا' تین جگہ زمین کا دھنس جانا' شرق میں' غرب میں اور جزیرہ عرب میں اور عدن سے ایک آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہنکا کر ایک جگہ کر دے گی وہ شب باشی بھی انہی کے ساتھ کریں گے اور جب دوپہر کو وہ آرام کریں گے' یہ آگ ان کے ساتھ ہی رہے گی- یہ حدیث مسلم اور سنن میں بھی ہے اور حضرت حذیفہ بن اسید غفاری سے موقوفاً بھی مروی ہے- واللہ اعلم-

پس آنحضرت ﷺ کی یہ متواتر حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت ابن مسعودؓ' حضرت عثمان بن ابوالعاص' حضرت ابو امامہ' حضرت نواس بن سمعان' حضرت عبداللہ بن عمروؓ' حضرت مجمع جاریہ' حضرت ابوشریح' حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں- یہ صاف دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے' ساتھ ہی ان میں یہ بھی بیان ہے کہ کس طرح اتریں گے اور کہاں اتریں گے اور کس وقت اتریں گے؟ یعنی صبح کی نماز کی اقامت کے وقت شام کے شہر دمشق کے شرقی مینارہ پر آپ اتریں گے- اس زمانہ میں یعنی سن سات سو اکتالیس میں جامع اموی کا مینارہ سفید پتھر سے بہت مضبوط بنایا گیا ہے' اس لئے کہ آگ کے شعلہ سے یہ جل گیا ہے اور یہ آگ لگانے والے غالباً ملعون عیسائی تھے- کیا عجب کہ یہی وہ مینارہ ہو جس پر مسیح بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے' صلیبوں کو توڑ دیں گے' جزیئے کو ہٹا دیں گے اور سوائے دین اسلام کے اور دین قبول نہ فرمائیں گے جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں گذر چکیں جن میں پیغمبر صادق و مصدوق علیہ السلام نے یہ خبر دی ہے اور اسے ثابت بتایا ہے- یہ وہ وقت ہوگا جبکہ تمام شک شبہے ہٹ جائیں گے' اور لوگ حضرت عیسیٰ کی پیروی کے ماتحت اسلام قبول کر لیں گے جیسے اس آیت میں ہے اور جیسے فرمان ہے وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور ایک قرات میں لعلم ہے یعنی جناب مسیح قیامت کا ایک زبردست نشان ہے' یعنی قرب قیامت کا اس لئے کہ آپ دجال کے آچکنے کے بعد تشریف لائیں گے اور اسے قتل کریں گے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی جس کا علاج

نہ مہیا کیا ہو' آپ ہی کے وقت میں یاجوج ماجوج نکلیں گے' جنہیں اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ہلاک کرے گا۔ قرآن کریم ان کے نکلنے کی خبر بھی دیتا ہے فرمان ہے حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ یعنی ان کا نکلنا بھی قرب قیامت کی دلیل ہے۔ اب حضرت عیسیٰ کی صفتیں ملاحظہ ہوں۔ پہلے کی دو حدیثوں میں بھی آپ کی صفت گذر چکی ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ لیلتہ المعراج میں میں نے حضرت موسیٰؑ سے ملاقات کی۔ وہ درمیانہ قد' صاف بالوں والے ہیں' جیسے شنوہ قبیلے کے لوگ ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ سے بھی ملاقات کی' وہ سرخ رنگ میانہ قد ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں' حضرت ابراہیمؑ کو بھی میں نے دیکھا۔ بس وہ بالکل مجھ جیسے تھے۔ بخاری کی اور روایت میں ہے "حضرت عیسیٰ سرخ رنگ' گھنگھریالے بالوں والے' چوڑے چکلے سینے والے تھے' حضرت موسیٰ گندمی رنگ کے جسم اور سیدھے بالوں والے تھے' جیسے زط کے لوگ ہوتے ہیں' اسی طرح آپ نے دجال کی شکل وصورت بھی بیان فرما دی ہے کہ اس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی' جیسے پھولا ہوا انگور' آپؐ فرماتے ہیں' مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھلایا گیا کہ ایک بہت گندمی رنگ والے جن کے سر کے پٹھے دونوں مونڈھوں تک تھے' صاف بالوں والے جن کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے طواف کر رہے ہیں' میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ مسیح بن مریم ہیں' میں نے ان کے پیچھے ہی ایک شخص کو دیکھا جس کی داہنی آنکھ کانی تھی' ابن قطن سے بہت ملتا جلتا تھا' سخت الجھے ہوئے بال تھے' وہ بھی دو شخصوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے' میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

بخاری کی اور روایت میں حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کی قسم' حضورؐ نے حضرت عیسیٰؑ کو سرخ رنگ نہیں بتلایا بلکہ آپ نے گندمی رنگ بتلایا ہے' پھر اوپر والی پوری حدیث ہے۔ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں' ابن قطن قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا' جو جاہلیت میں مر چکا تھا۔ وہ حدیث بھی گذر چکی جس میں یہ بیان ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام اپنے نزول کے بعد چالیس سال یہاں رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔ ہاں مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ یہاں سال ہا سال رہیں گے تو ممکن ہے کہ چالیس سال کا فرمان اس مدت سمیت کا ہو جو آپ نے دنیا میں اپنے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے پہلے گذاری ہے۔ جس وقت آپ اٹھائے گئے' اس وقت آپ کی عمر تینتیس سال کی تھی اور سات سال اب آخر زمانے کے تو پورے چالیس سال ہو گئے۔ واللہ اعلم (ابن عساکر) بعض کا قول ہے کہ جب آپ آسمانوں پر چڑھائے گئے' اس وقت آپ کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی' یہ بالکل فضول سا قول ہے' ہاں حافظ ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ہَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْہِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَہُمْ
وَبِصَدِّہِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَثِیْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِہِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُہُوْا
عَنْہُ وَاَکْلِہِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ
مِنْہُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿١٦١﴾ لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْہُمْ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ
وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِکَ سَنُؤْتِیْہِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿١٦٢﴾ ع ٢٢

جونفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور راہ اللہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث ○ اور سود جس سے وہ منع کئے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث ان میں سے جو کفار ہیں ہم نے ان کے لئے المناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں ○ لیکن ان میں سے جو کامل اور مضبوط علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور نمازوں کو قائم رکھنے والے ہیں اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں ہم بہت بڑے بڑے اجر عطا فرمائیں گے ○

تاریخ میں بعض سلف سے یہ بھی وارد کیا ہے کہ آپ حضورؐ کے حجرے میں آپ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہے کہ یہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے یعنی اس بات کے کہ اللہ کی رسالت آپ نے انہیں پہنچا دی تھی اور خود آپ نے اللہ کی عبودیت کا اقرار کیا تھا جیسے سورۂ مائدہ کے آخر میں وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ سے الْحَكِيمُ ہے یعنی آپ کی گواہی کا وہاں ذکر ہے اور اللہ کے سوال کا۔

یہودیوں کے خود ساختہ حلال و حرام: ☆☆ (آیت: ۱۶۰-۱۶۲) اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حرام کام ان کا مقدر تھا یعنی مقدرات خدا میں یہ تھا کہ یہ لوگ اپنی کتاب کو بدل دیں اس میں تحریف کر لیں اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیں صرف اپنے تشدد اور اپنی سخت گیری کی وجہ سے دوسرا یہ کہ یہ حرمت شرعی ہے یعنی نزول تورات سے پہلے جو بعض چیزیں ان پر حلال تھیں تورات کی اترنے کے وقت ان کی بعض بدکاریوں کی وجہ سے وہ حرام قرار دے دی گئیں جیسے فرمان ہے كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآئِيلَ الخ یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ جو حضرت اسرائیلؑ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کے ماسوا تمام طعام بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے۔ پھر تورات میں ان پر بعض چیزیں حرام کی گئیں جیسے سورۂ انعام میں فرمایا وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوْا حَرَّمْنَا الخ یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن دار جانور حرام کر دیا اور گائے بکری کی چربی بھی جو الگ تھلگ ہو۔ ہم نے ان پر حرام قرار دے دی یہ اس لئے کہ یہ باغی طاغی اور مخالف رسول اور اختلاف کرنے والے لوگ تھے۔ پہلے یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ ان کے ظلم و زیادتی کے باعث خود راہ اللہ سے الگ ہو کر دوسروں کو اس سے بہکانے کے باعث (جو ان کی پرانی عادت تھی) رسولوں کے دشمن بن جاتے تھے انہیں قتل کر ڈالتے تھے انہیں جھٹلاتے تھے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور طرح طرح کے حیلے کر کے سود خوری کرتے تھے جو محض حرام تھی اور بھی جس طرح بن پڑتا لوگوں کے مال مار کھانے کی تاک میں لگے رہتے اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ اللہ نے یہ کام حرام کئے ہیں جرات سے انہیں کر گذرتے تھے اس باعث ان پر بعض حلال چیزیں بھی ہم نے حرام کر دیں ان کفار کے لئے دردناک عذاب تیار ہیں۔ ان میں جو سچے دین والے اور پختہ علم والے ہیں اس جملے کی تفسیر سورۂ آل عمران میں گذر چکی ہے اور جو باایمان ہیں یہ تو قرآن کو اور تمام پہلی کتابوں کو مانتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام حضرت ثعلبہ بن سعید زید بن سعید حضرت اسید بن عبید رضی اللہ عنہم ہیں جو اسلام میں آ گئے تھے اور حضورؐ کی نبوت کو مان چکے تھے۔ آگے کا جملہ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ تمام ائمہ کے قرآن میں اور ابی بن کعبؓ کے مصحف میں اسی طرح ہے لیکن بقول علامہ ابن جریرؒ ابن مسعودؓ کے صحیفہ میں وَالْمُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ ہے۔ صحیح قرات اگلی ہے جن بعض لوگوں نے اسے کتابتی غلطی بتلایا ہے ان کا قول غلط ہے۔ بعض تو کہتے ہیں اس کی نصبی حالت مدح کی وجہ سے ہے جیسے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ الخ میں ہے اور کلام عرب میں اور شعروں میں برابر یہ قاعدہ موجود پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ عطف ہے اگلے جملے پر یعنی بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ پر یعنی وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور نماز کے قائم کرنے پر بھی ان کا ایمان ہے یعنی اسے واجب و برحق مانتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں یعنی ان کا قرآن پر اور الہامی کتابوں پر اور فرشتوں پر ایمان ہے۔ امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اس میں تامل کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں یعنی مال کی یا جان کی اور دونوں بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم اور صرف اللہ ہی کو لائق عبادت جانتے ہیں اور موت کے بعد کی زندگانی پر بھی یقین کامل رکھتے ہیں کہ ہر بھلے برے عمل کی جزا سزا اس دن ملے گی یہی لوگ ہیں جنہیں ہم اجر عظیم یعنی جنت دیں گے۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

یقیناً ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی اور ہم نے وحی کی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولادوں پر اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور اسماعیلؑ کی طرف، اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا فرمائی O اور تجھ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے تجھ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے، اور موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا O ہم نے انہیں رسول بنایا خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ پر رہ نہ جائے، اللہ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے O

نزول انبیاء، تعداد انبیاء، صحائف اور ان کے مرکزی مضامین: ☆☆ (آیت:۱۶۳-۱۶۵) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سکین اور عدی بن زید نے کہا "اے محمد (ﷺ) ہم نہیں مانتے کہ حضرت موسیٰ کے بعد اللہ نے کسی انسان پر کچھ اتارا ہو۔" اس پر یہ آیتیں اتریں۔ محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں جب آیت یَسْـَٔلُكَ أَهْلُ ٱلْكِتَٰبِ سے عَظِيمًا تک اتری اور یہودیوں کے برے اعمال کا آئینہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کسی انسان پر اللہ نے کوئی اپنا کلام نازل ہی نہیں فرمایا، نہ موسیٰ پر، نہ عیسیٰ پر، نہ کسی اور نبی پر، آپ اس وقت گوٹ لگائے بیٹھے تھے، اسے آپ نے کھول دیا اور فرمایا کسی پر بھی نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے آیت وَمَا قَدَرُوا ٱللَّهَ الخ، نازل فرمائی۔ لیکن یہ قول غور طلب ہے اس لئے کہ یہ آیت سورۂ انعام میں ہے جو مکیہ ہے اور سورۂ نساء کی مندرجہ بالا آیت مدنیہ ہے جو ان کی تردید میں ہے، جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ آسمان سے کوئی کتاب آپ اتار لائیں جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ سے انہوں نے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا۔ پھر ان کے عیوب بیان فرمائے اور ان کی پہلی اور اب کی سیاہ کاریاں واضح کر دیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف اسی طرح وحی نازل فرمائی ہے جس طرح اور انبیاء کی طرف۔ زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی، ان انبیاء علیہم السلام کے قصے سورۂ قصص کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرماتا ہے اس آیت یعنی مکی سورت کی آیت سے پہلے بہت سے انبیاء کا ذکر ہو چکا ہے اور بہت سوں کا نہیں بھی ہوا۔ جن انبیاء کرام کے نام قرآن کے الفاظ میں آ گئے ہیں، وہ یہ ہیں۔ آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، یوشع، زکریا، عیسیٰ، یحییٰ، (اور بقول اکثر مفسرین ذوالکفل اور ایوب اور الیاس) اور ان سب کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اور بہت سے ایسے رسول بھی ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا، اسی وجہ سے انبیاء اور مرسلین کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں مشہور حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جو تفسیر ابن مردویہ میں یوں ہے کہ آپ نے پوچھا، یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ فرمایا تین سو تیرہ، بہت بڑی جماعت۔ میں نے پھر دریافت کیا، "سب سے پہلے کون سے ہیں؟" فرمایا "آدمؑ" میں نے کہا "کیا وہ بھی رسول

تھے؟'' فرمایا'' ہاں۔ اللہ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' پھر ان میں اپنی روح پھونکی' پھر درست اور ٹھیک ٹھاک کیا'' پھر فرمایا' اے ابوذر چار سریانی ہیں۔ آدمؑ شیثؑ نوحؑ خنوخ جن کا مشہور نام ادریس ہے' انہی نے پہلے قلم سے خط لکھا۔ چار عربی ہیں۔ ہودؑ' صالحؑ' شعیبؑ اور تمہارے نبیؐ' اے ابوذر بنو اسرائیل کے پہلے نبی حضرت موسیٰؑ ہیں اور آخری حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ تمام نبیوں میں سب سے پہلے نبی حضرت آدمؑ ہیں اور سب سے آخری نبی تمہارے نبیؐ ہیں۔'' اس پوری حدیث کو جو بہت طویل ہے' حافظ ابو حاتم نے اپنی کتاب الانواع والتقاسیم میں روایت کیا ہے' جس پر صحت کا نشان دیا ہے' لیکن ان کے برخلاف امام ابوالفرج بن جوزی رحمتہ اللہ علیہ اسے بالکل موضوع بتلاتے ہیں' اور ابراہیم بن ہاشم اس کے ایک راوی پر وضاع ہونے کا وہم کرتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے بہت سے لوگوں نے ان پر اس حدیث کی وجہ سے کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن یہ حدیث دوسری سند سے حضرت ابوامامہ سے بھی مروی ہے' لیکن اس میں معان بن رفاعہ سلامی ضعیف ہیں اور علی بن یزید بھی ضعیف ہیں اور قاسم بن عبدالرحمٰن بھی ضعیف ہیں۔ ایک اور حدیث ابویعلی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی بھیجے ہیں۔ چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی اور لوگوں کی طرف' یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس میں زیدی اور ان کے استاد رقاشی دونوں ضعیف ہیں' واللہ اعلم۔ ابویعلی کی اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا' آٹھ ہزار انبیاء میرے بھائی گذر چکے ہیں۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰ آئے اور ان کے بعد میں آیا ہوں۔ اور حدیث میں ہے' میں آٹھ ہزار نبیوں کے بعد آیا ہوں جن میں سے چار ہزار نبی بنی اسرائیل میں سے تھے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب تو ضرور ہے لیکن اس کے تمام راوی معروف ہیں اور سند میں کوئی کمی یا اختلاف نہیں بجز احمد بن طارق کے کہ ان کے بارے میں مجھے کوئی علالت یا جرح نہیں ملی' واللہ اعلم۔ ابوذر غفاری والی طویل حدیث جو انبیاء کی گنتی کے بارے میں ہے' اسے بھی سن لیجئے' آپ فرماتے ہیں' میں مسجد میں آیا اور اس وقت حضورؐ تنہا تشریف فرما تھے' میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا اور کہا' آپ نے نماز کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا'' ہاں وہ بہتر چیز ہے' چاہے کوئی زیادتی کرے چاہے کمی'' میں نے کہا'' حضورؐ کون سے اعمال افضل ہیں؟ فرمایا'' اللہ پر ایمان لانا' اس کی راہ میں جہاد کرنا'' میں نے کہا'' حضورؐ کون سا مسلمان اعلیٰ ہے؟'' فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں'' میں نے پوچھا'' کون سی ہجرت افضل ہے؟'' فرمایا'' برائیوں کو چھوڑ دینا'' میں نے پوچھا' کون سی نماز افضل ہے؟ فرمایا'' لمبے قنوت والی'' میں نے کہا کون سا روزہ افضل ہے؟ فرمایا' فرض کفایت کرنے والا ہے اور اللہ کے پاس بہت بڑھا چڑھا ثواب ہے'' میں نے پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟'' فرمایا جس کا گھوڑا بھی کاٹ دیا جائے اور خود اس کا بھی خون بہا دیا جائے۔'' میں نے کہا' آزادگی گردن میں افضل کیا ہے؟'' فرمایا جس قدر گراں قیمت ہو اور مالک کو زیادہ پسند ہو۔'' میں نے پوچھا صدقہ کون سا افضل ہے؟ فرمایا'' کم مال والے کا کوشش کرنا اور چپکے سے محتاج کو دے دینا۔'' میں نے کہا قرآن میں سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ فرمایا'' آیت الکرسی'' پھر آپ نے فرمایا'' اے ابوذر ساتوں آسمان کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی حلقہ کسی چٹیل میدان کے مقابلے میں اور عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہے جیسے وسیع میدان کی حلقے پر'' میں نے کہا حضورؐ انبیاء کتنے ہیں؟ فرمایا'' ایک لاکھ چوبیس ہزار'' میں نے کہا ان میں سے رسول کتنے ہیں؟ فرمایا'' تین سو تیرہ کی بہت بڑی پاک جماعت'' میں نے پوچھا سب سے پہلے کون ہیں؟ فرمایا'' آدمؑ'' میں نے کہا' کیا وہ بھی نبی رسول تھے؟ فرمایا'' ہاں انہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور انہیں صحیح تر بنایا۔''

پھر آپ نے فرمایا' سنو چار تو سریانی ہیں' آدمؑ' شیثؑ' خنوخ اور یہی ادریس ہیں جس نے سب سے پہلے قلم سے لکھا اور نوح اور چار عربی ہیں۔ ہودؑ شعیبؑ' صالحؑ اور تمہارے نبیؐ' سب سے پہلے رسول حضرت آدم ہیں اور سب سے آخری رسول حضرت محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں؟ فرمایا ایک سو چار' حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے' حضرت خنوخ علیہ السلام پر تیس صحیفے' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور حضرت موسیٰ پر توراۃ سے پہلے دس صحیفے اور توراۃ' انجیل' زبور اور

فرقان' میں نے کہا یا رسول اللہ حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا اس کا کل یہ تھا' بادشاہ مسلط کیا ہوا اور مغرور کو اس کے اقتدار کا مقصد سمجھانا تھا کہ میں نے تجھے دنیا جمع کرنے اور ملا ملا کر رکھنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے کہ تو مظلوم کی پکار کو میرے سامنے سے ہٹا دے۔ اگر میرے پاس پہنچے تو میں اسے رد نہ کروں گا گو وہ مظلوم کافر ہی ہو اور ان میں نصائح بھی تھیں مثلاً یہ کہ عاقل کو لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات کے کئی حصے کرے۔ ایک وقت اپنے نفس کا حساب لے' ایک وقت اللہ کی صفت میں غور کرے' ایک وقت اپنے کھانے پینے کی فکر کرے۔ عاقل کو تین چیزوں کے سوا کسی میں اپنے تئیں منہمک نہ کرنا چاہئے۔ ایک تو توشہ آخرت' دوسرے سامان زیست اور تیسرے فکر معاش یا غیر حرام چیزوں سے سرور ولذت' عاقل کو چاہئے کہ اپنے وقت کو غنیمت سمجھ کر اپنے کام میں لگا رہے' اپنی زبان کی نگہداشت کرے جو شخص اپنے قول کو اپنے فعل سے ملاتا رہے' گا وہ بہت کم گو ہوگا' کلام وہی کرو جو تمہیں نفع دے' میں نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا سراسر عبرتیں' مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھتا ہے۔ پھر مست ہے' تقدیر کا یقین رکھتا ہے پھر ہائے وائے میں پڑا ہوا ہے' دنیا کی بے ثباتی دیکھتا ہے پھر اس پر اطمینان کئے ہوئے ہے' قیامت کے دن حساب کو جانتا ہے' پھر بے عمل ہے' میں نے کہا حضور اگلے انبیاء کی کتابوں میں جو تھا اس میں سے بھی کچھ ہماری کتاب میں ہمارے ہاتھوں میں ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں پڑھو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى آخر سورت تک' میں نے کہا حضورؐ مجھے وصیت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں تجھے اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں' یہی تیرے اعمال کی روح ہے' میں نے کہا یا رسول اللہؐ کچھ اور بھی' آپؐ نے فرمایا' تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں مشغول رہ' وہ تیرے لئے آسمانوں میں ذکر کا اور زمین میں نور کے حصول کا باعث ہوگا۔ میں نے پھر کہا حضورؐ اور زیادہ فرمائیے' فرمایا خبردار زیادہ ہنسی سے بچو۔ وہ دل کو مردہ کر دیتی ہے' اور چہرہ کا نور دور کر دیتی ہے' میں نے کہا اور زیادہ' فرمایا' جہاد میں مشغول رہو' میری امت کی رہبانیت یعنی درویشی یہی ہے' میں نے کہا اور وصیت کیجئے' فرمایا سوائے بھلی بات کہنے کے زبان بند رکھو' اس سے شیطان بھاگ جائے گا اور دینی کاموں میں بڑی تائید ہوگی۔ میں نے کہا کچھ اور بھی فرما دیجئے' فرمایا' اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کو دیکھا کر اور اپنے سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں پر نظریں نہ ڈال' اس سے تیرے دل میں اللہ کی نعمتوں کی عظمت ہوگی' میں نے کہا مجھے اور زیادہ نصیحت کیجئے' فرمایا مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کے ساتھ بیٹھو' اس سے اللہ کی رحمتیں تجھے بہت بڑی معلوم ہوں گی' میں نے کہا اور فرمائیے' فرمایا'' قرابت داروں سے ملتے رہو' گو وہ تجھ سے نہ ملیں' میں نے کہا اور؟ فرمایا حق گوئی کر گو وہ کسی کو کڑوی لگے' میں نے اور بھی نصیحت طلب کی' فرمایا اللہ کے بارے میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کر' میں نے کہا اور فرمائیے' فرمایا اپنے عیبوں پر نظر رکھا کرو' دوسروں کی عیب جوئی سے باز آ جا' پھر میرے سینے پر آپ نے اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا' اے ابوذر تدبیر کے برابر کوئی عقل مندی نہیں اور حرام سے رک جانے کے برابر کوئی پرہیز گاری نہیں اور اچھے اخلاق جیسا کوئی حسب نسب نہیں۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث کچھ اسی مفہوم کے ساتھ ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ پوچھتے ہیں' کیا خارجی بھی دجال کے قائل ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میں ایک ہزار بلکہ زیادہ نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ ہر ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے لیکن میرے سامنے اللہ نے اس کی وہ علامت بیان فرمائی ہے جو کسی اور سے نہیں فرمائی'' سنو وہ بھینگا ہے اور رب ایسا ہو نہیں سکتا۔ اس کی داہنی آنکھ بھینگی کانی ہے' آنکھ کا ڈھیلا اتنا اٹھا ہوا جیسے چونے کی صاف دیوار پر کسی کا کھنگار پڑا ہو اور اس کی بائیں آنکھ ایک جگمگاتے ستارے جیسی ہے' وہ تمام زبانیں بولے گا' اس کے ساتھ جنت کی صورت ہوگی۔ سرسبز اور پانی والی اور دوزخ کی صورت ہوگی سیاہ دھوئیں دار''

ایک حدیث میں ہے' میں (حضورؐ) ایک لاکھ نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں بلکہ زیادہ کا۔ پھر فرماتا ہے' موسیٰؑ سے خود اللہ نے صاف طور پر کلام کیا۔ یہ ان کی خاص صفت ہے کہ وہ کلیم اللہ تھے' ایک شخص حضرت ابوبکر بن عیاش رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک شخص

اس جملہ کو یوں پڑھتا ہے وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا یعنی موسیٰ نے اللہ سے بات کی ہے' اس پر آپ بہت بگڑے اور فرمایا' یہ کسی کافر نے پڑھا ہوگا- میں نے اعمش سے' اعمش نے یحییٰ سے' یحییٰ نے عبدالرحمٰن سے' عبدالرحمٰن نے علی سے' علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پڑھا ہے کہ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا غرض اس شخص کی معنوی اور لفظی تحریف پر آپ اس قدر ناراض ہوئے مگر عجب نہیں یہ کوئی معتزلی ہو' اس لئے کہ معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نہ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا نہ کسی اور سے- کسی معتزلی نے ایک بزرگ کے سامنے اسی آیت کو اسی طرح پڑھا تو انہوں نے اسے ڈانٹ کر فرمایا پھر اس آیت میں یہ بے ایمانی کیسے کرو گے؟ جہاں فرمایا ہے وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ یعنی موسیٰ ہمارے وعدے پر آیا اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا' مطلب یہ ہے کہ یہاں تو یہ تاویل و تحریف نہیں چلے گی-

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا تو وہ سیاہ چیونٹی کا اندھیری رات میں کسی صاف پتھر پر چلنا بھی دیکھ لیتے تھے-'' یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں اور جب موقوفاً بقول ابی ہریرہؓ ثابت ہو جائے تو بہت اچھی ہے- مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ کلیم اللہ سے جب اللہ نے کلام کیا' وہ صوف کی چادر اور صوف کی سر دول اور غیر مذبوح گدھے کی کھال کی جوتیاں پہنے ہوئے تھے- ابن عباسؓ فرماتے ہیں' ایک لاکھ چالیس ہزار باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کیں جو سب وصیتیں تھیں' نتیجہ یہ کہ لوگوں کا کلام حضرت موسیٰؑ سے سنا نہیں جاتا تھا کیونکہ کانوں میں اسی پاک کلام کی گونج رہتی تھی' اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں- پھر اس میں انقطاع بھی ہے- ایک اثر ابن مردویہ میں ہے- حضرت جابرؓ فرماتے ہیں' طور والے دن حضرت موسیٰؑ سے جو کلام اللہ تعالیٰ نے کیا' اس کی صفت جس دن پکارا تھا اس انداز کلام کی صفت سے الگ تھی- تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا بھید معلوم کرنا چاہا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ ابھی تو میں نے دس ہزار زبانوں کی قوت سے کلام کیا ہے بلکہ ان سب سے بھی بہت زیادہ- بنو اسرائیل آپ سے صفت کلام ربانی جب پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا'' میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا'' انہوں نے کہا' اچھا کچھ تشبیہ تو بیان کرو' آپ نے فرمایا تم نے کڑاکے کی آواز سنی ہوگی' وہ اس کے مشابہ تھی لیکن ویسی نہ تھی' اس کے ایک راوی فضل رقاشی ضعیف ہیں اور بہت ہی ضعیف ہیں- حضرت کعبؓ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا تو یہ تمام زبانوں پہ محیط تھا تو حضرت کلیم اللہ نے پوچھا'' باری تعالیٰ یہ تیرا کلام ہے؟ فرمایا نہیں اور نہ تو میرے کلام کی استقامت کر سکتا ہے- حضرت موسیٰؑ نے دریافت کیا کہ اے رب تیری مخلوق میں سے کسی کا کلام تیرے کلام سے مشابہ ہے؟ فرمایا نہیں سوائے سخت تر کڑاکے کے- یہ روایت بھی موقوف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت کعبؓ اگلی کتابوں سے روایت کیا کرتے تھے جن میں بنو اسرائیل کی حکایتیں ہر طرح صحیح اور غیر صحیح ہوتی ہیں- یہ رسول ہی ہیں جو اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور اس کی رضا مندی کے متلاشیوں کو جنتوں کی خوشخبریاں دیتے ہیں' اور اس کے اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو عذاب اور سزا سے ڈراتے ہیں-

پھر فرماتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں جو نازل فرمائی ہیں اور اپنے رسول بھیجے ہیں اور ان کے ذریعہ اپنے اوامر و نواہی کی تعلیم دلوائی' یہ اس لئے کہ کسی کو کوئی حجت کسی کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے جیسے اور آیت میں ہے وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ الخ' یعنی اگر ہم انہیں اس سے پہلے ہی اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجے جو ہم ان کی باتیں مانتے اور اس ذلت و رسوائی سے بچ جاتے' اسی جیسی یہ آیت بھی ہے لَوْ لَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ الخ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں' اللہ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام برائیوں کو حرام کیا ہے خواہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور ایسا بھی کوئی نہیں جسے بہ نسبت اللہ کے مدح زیادہ پسند ہو- یہی وجہ ہے کہ اس نے خود اپنی مدح آپ کی ہے' اور کوئی ایسا نہیں جسے اللہ سے زیادہ عذر پسند ہو' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوش خبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا- دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اسی وجہ سے اس نے رسول بھیجے اور کتابیں اتاریں-

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

جو کچھ تیری طرف اتارا ہے اس کی بابت اللہ خود گواہی دیتا ہے کہ اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ گواہ ○ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دور نکل گئے ○ جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا ○ بجز جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے ○ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا ہے۔ پس تم ایمان لاؤ تاکہ تمہارے لئے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ دانا ہے اور حکمت والا ○

ہمارے ایمان اور کفر سے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے: ☆☆ (آیت: ۱۶۶-۱۷۰) چونکہ سابقہ آیتوں میں حضور علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت تھا اور آپ کی نبوت کے منکروں کی تردید تھی اس لئے یہاں فرماتا ہے کہ گو کچھ لوگ تجھے جھٹلائیں تیری مخالفت کریں لیکن اللہ خود تیری رسالت کا شاہد ہے وہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی پاک کتاب قران مجید و فرقان حمید تجھ پر نازل فرمایا ہے جس کے پاس باطل پھٹک ہی نہیں سکتا اس میں چیزوں کا علم ہے جن پر اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا یعنی دلیلیں ہدایت اور فرقان اور اللہ کی رضامندی اور ناراضگی کے احکام اور گذشتہ کی اور آئندہ کی خبریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ مقدس صفتیں ہیں جنہیں نہ تو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ بجز اس کے کہ وہ خود معلوم کرائے جیسے ارشاد ہے وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ اور فرمان ہے وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ حضرت عطا بن سائبؒ جب حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی سے قرآن شریف پڑھ چکتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں تو نے اللہ کا علم لیا ہے۔ پس آج تجھ سے افضل کوئی نہیں بجز اس کے جو عمل میں تجھ سے بڑھ جائے پھر آپ نے آیت اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ سے آخر تک پڑھی۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی شہادت کے ساتھ ہی ساتھ فرشتوں کی شہادت بھی ہے کہ تیرے پاس جو علم آیا ہے جو وحی تجھ پر اتری ہے وہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے۔ یہودیوں کی ایک جماعت حضورؐ کے پاس آتی ہے تو آپ فرماتے ہیں اللہ کی قسم مجھے پختہ طور پر معلوم ہے کہ تم میری رسالت کا علم رکھتے ہو ان لوگوں نے اس کا انکار کر دیا۔ پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ پھر فرماتا ہے جن لوگوں نے کفر کیا حق کی اتباع نہ کی بلکہ اور لوگوں کو بھی راہ حق سے روکتے رہے یہ صحیح راہ سے ہٹ گئے ہیں اور حقیقت سے الگ ہو گئے ہیں اور ہدایت سے ہٹ گئے ہیں۔ یہ لوگ جو ہماری آیتوں کے منکر ہیں ہماری کتاب کو نہیں مانتے اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ ہماری راہ سے روکتے اور رکتے ہیں ہمارے منع کردہ کاموں کو کر رہے ہیں ہمارے احکام سے روگرداں ہیں انہیں ہم نہ بخشیں گے نہ خیر و بھلائی کی طرف ان کی رہبری کریں گے۔ ہاں انہیں جہنم کا راستہ دکھا دیں گے جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق کو لے کر اللہ کے رسولؐ آ گئے تم اس پر ایمان لاؤ اور

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گذر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے کچھ نہ کہو مسیح عیسیٰ بن مریم تو صرف اللہ کے رسول اور اس کے حکم ہیں' جسے مریم کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہے۔ پس تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو اور نہ کہو کہ اللہ تین ہیں' اس سے باز آ جاؤ تاکہ تمہارے لئے بہتری ہو' اللہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ○

اس کی فرمانبرداری کرو' یہی تمہارے حق میں اچھا ہے اور اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے' تمہارا ایمان نہ اسے نفع پہنچائے' نہ تمہارا کفر اسے ضرر پہنچائے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں۔ یہی قول حضرت موسیٰ کا اپنی قوم سے تھا کہ تم اور روئے زمین کے تمام لوگ بھی اگر کفر پر اجماع کر لیں تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' وہ تمام جہان سے بے پرواہ ہے' وہ علیم ہے' جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ حکیم ہے۔ اس کے اقوال' اس کے افعال' اس کی شرع' اس کی تقدیر سب حکمت سے پر ہیں۔

اپنی اوقات میں رہو اور حد سے تجاوز نہ کرو! ☆☆ (آیت:۱۷۱) اہل کتاب کو زیادتی سے اور حد سے آگے بڑھ جانے سے اللہ تعالیٰ روک رہا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں حد سے گذر گئے تھے اور نبوت سے بڑھا کر خدائی تک پہنچا رہے تھے' بجائے اطاعت کے عبادت کرنے لگے تھے' بلکہ اور بزرگان دین کی نسبت بھی ان کا عقیدہ خراب ہو چکا تھا۔ وہ انہیں بھی جو عیسائی دین کے عالم اور عامل تھے' معصوم محض جاننے لگ گئے تھے اور یہ خیال کر لیا تھا کہ جو کچھ یہ ائمہ دین کہہ دیں' اس کا ماننا ہمارے لئے ضروری ہے۔ سچ جھوٹ' حق و باطل' ہدایت و ضلالت کے پرکھنے کا کوئی حق ہمیں حاصل نہیں۔ جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مسند احمد میں ہے حضورؐ نے فرمایا ''مجھے تم ایسا نہ بڑھانا جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا' میں تو صرف ایک بندہ ہوں۔ پس تم مجھے عبداللہ اور رسول اللہ کہنا۔'' یہ حدیث بخاری وغیرہ میں بھی ہے۔ اسی سند کی اور حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے آپ سے کہا اے محمدؐ! اے ہمارے سردار اور سردار کے لڑکے' اے ہم سب سے بہتر اور بہتر کے لڑکے! تو آپ نے فرمایا ''لوگو اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو' تمہیں شیطان ادھر ادھر نہ کر دے' میں محمد بن عبداللہ ہوں' میں اللہ کا غلام اور اس کا رسول ہوں' قسم اللہ کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو''۔

پھر فرماتا ہے اللہ پر افترا نہ باندھو' اس کی بیوی اور اولاد نہ مقرر کرو' اللہ اس سے پاک ہے' اس سے دور ہے' اس سے بلند و بالا ہے۔ اس کی بڑائی اور عزت میں کوئی اس کا شریک نہیں' اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ رب۔ مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ہیں' وہ اللہ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں اور اس کی مخلوق ہیں' وہ صرف کلمہ کن کے کہنے سے پیدا ہوئے ہیں' جس کلمہ کو لے کر حضرت جبرئیلؑ حضرت

مریم صدیقہ کے پاس گئے اور اللہ کی اجازت سے اسے ان میں پھونک دیا پس حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ چونکہ محض اسی کلمہ سے بغیر باپ کے آپ پیدا ہوئے' اس لئے خصوصیت سے کلمۃ اللہ کہا گیا۔ قرآن کی روایت میں ہے مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ' یعنی مسیح بن مریم صرف رسول اللہ ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں' ان کی والدہ سچی ہیں' یہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

اور آیت میں ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ الخ' عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی طرح ہے جسے مٹی سے بنا کر فرمایا' ہو جا' پس وہ ہو گیا۔ قرآن کریم اور جگہ فرماتا ہے الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا الخ' جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور ہم نے اپنی روح پھونکی اور خود اسے اور اس کے بچے کو لوگوں کے لئے نشان بنایا۔ اور جگہ فرمایا وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ سے آخر سورت تک۔ حضرت عیسیٰؑ کی بابت ایک اور آیت میں ہے اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ الخ' وہ ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا۔ پس یہ مطلب نہیں کہ خود کلمہ الٰہی عیسیٰ بن گیا بلکہ کلمہ الٰہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ امام ابن جریرؒ نے اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ الخ' کی تفسیر میں جو کچھ کہا ہے' اس سے یہ مراد ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ جو حضرت جبرئیلؑ کی معرفت پھونکا گیا' اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

صحیح بخاری میں ہے ''جس نے بھی اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے اور محمدؐ کے عبد و رسول ہونے کی' عیسیٰؑ کے عبد و رسول ہونے کی اور یہ کہ آپ اللہ کے کلمہ سے تھے جو مریمؑ کی طرف ڈالا گیا تھا اور اللہ کی پھونکی ہوئی روح تھے اور جس نے جنت دوزخ کو برحق مانا' وہ خواہ کیسے ہی اعمال پر ہو' اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے۔ اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے'' جیسے کہ جناب عیسیٰ کو آیت و حدیث میں روح منہ کہا ہے۔ ایسے ہی قرآن کی ایک آیت میں ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ' اس نے مسخر کیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے' تمام کا تمام اپنی طرف سے۔ یعنی اپنی مخلوق اور اپنے پاس کی روح سے۔ پس لفظ من تبعیض (اس کا حصہ) کے لئے نہیں جیسے ملعون نصرانیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کا ایک جزو تھے بلکہ من ابتداء کے لئے ہے۔ جیسے کہ دوسری آیت میں ہے' حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں رُوْحٌ مِّنْهُ سے مراد رَسُوْلٌ مِّنْهُ ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں مُحَبَّةً مِّنْهُ لیکن زیادہ قوی پہلا قول ہے یعنی آپ پیدا کئے گئے ہیں' روح سے جو خود اللہ کی مخلوق ہے۔ پس آپ کو روح اللہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے ناقۃ اللہ اور بیت اللہ کہا گیا ہے یعنی صرف اس کی عظمت کے اظہار کے لئے اپنی طرف نسبت کی۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ ''میں اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں جاؤں گا'' پھر فرماتا ہے تم اس کا یقین کر لو کہ اللہ واحد ہے بیوی بچوں سے پاک ہے اور یقین مان لو کہ جناب عیسیٰ اللہ کا کلام' اللہ کی مخلوق اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں۔ تم تین نہ کہو یعنی عیسیٰ اور مریم کو شریک اللہ نہ بناؤ' اللہ کی خدائی شرکت سے مبرا ہے۔ سورہ مائدہ میں فرمایا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ الخ' یعنی جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے' وہ کافر ہو گئے' اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے' اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں۔ سورۂ مائدہ کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ سے سوال ہو گا کہ اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کا حکم لوگوں کو تم نے دیا تھا؟ آپ صاف طور پر انکار کر دیں گے۔ نصرانیوں کا اس بارے میں کوئی ضابطہ ہی نہیں ہے' وہ بے طرح بھٹک رہے ہیں اور اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض تو حضرت عیسیٰؑ کو خود اللہ مانتے ہیں' اور بعض شریک اللہ مانتے ہیں اور بعض اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر دس نصرانی جمع ہوں تو ان کے خیالات گیارہ ہوں گے۔ سعید بن بطریق اسکندری جو سن ۴۰۰ھ کے قریب گذرا ہے' اس نے اور بعض ان کے اور بڑے علماء نے ذکر کیا ہے کہ قسطنطین بانی قسطنطنیہ کے زمانے میں اس وقت کے نصرانیوں کا اس بادشاہ کے حکم سے اجتماع ہوا' جہاں دو ہزار سے زیادہ ان کے لاٹ پادری تھے۔ پھر اس قدر اختلاف آپس میں کیا کہ کسی بات پر ستر اسی آدمیوں سے زیادہ اتفاق ہی نہیں کرتے تھے۔ دس کا ایک عقیدہ تھا۔ بیس کا ایک خیال تھا۔ چالیس اور ہی کہتے تھے۔ ساٹھ اور طرف جا رہے تھے غرض ہزار ہا کی تعداد میں سے بہ مشکل تمام تین سو اٹھارہ آدمی ایک

قول پر جمع ہو گئے' بادشاہ نے اسی عقیدہ کو لے لیا' باقی کو چھوڑ دیا اور اسی کی تائید و نصرت کی اور ان کے لئے کلیسیاء اور گرجے بنا دیئے اور کتابیں لکھوا دیں اور قوانین ضبط کر دیئے' یہیں انہوں نے امانت کبری کا مسئلہ گھڑا جو دراصل بدترین خیانت ہے' ان لوگوں کو ملکانیہ کہتے ہیں۔

پھر دوبارہ ان کا اجتماع ہوا' اس وقت جو فرقہ بنا اس کا نام یعقوبیہ ہے پھر تیسری مرتبہ کے اجتماع میں جو فرقہ بنا اس کا نام نسطوریہ ہے' یہ تینوں فرقے اقانیم ثلثہ کو حضرت عیسیٰؑ کے لئے ثابت کرتے ہیں' ان میں بھی باہم دیگر اختلاف ہے اور ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو تینوں کافر ہیں۔ اللہ فرماتا ہے' اس سے باز آؤ' یہ باز رہنا ہی تمہارے لئے اچھا ہے' اللہ تو ایک ہی ہے۔ وہ توحید والا ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو' تمام چیزیں اس کی مخلوق ہیں اور اس کی ملکیت میں ہیں' سب اس کی غلامی میں ہیں اور سب اس کے قبضے میں ہیں' وہ ہر چیز پر وکیل ہے۔ پھر مخلوق میں سے کوئی اس کی بیوی اور کوئی اس کا بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری آیت میں ہے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ یعنی وہ تو آسمان و زمین کی ابتدائی آفرینش کرنے والا ہے' اس کا لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ سورہ مریم میں وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ سے فَرْدًا تک بھی اس کا مفصلاً انکار فرمایا ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

مسیح کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی ننگ و عار یا تکبر و انکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے جو بھی دل چرائے اور تکبر و انکار کرے پس اللہ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا ○ پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور شائستہ اعمال کئے ہیں' ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادتی دے گا' اور جن لوگوں نے ننگ و عار اور سرکشی اور انکار کیا' انہیں المناک عذاب کرے گا' اور وہ اپنے لئے سوائے اللہ کے کوئی حمایتی' دوست اور امداد کرنے والا نہ پائیں گے ○

اس کی گرفت سے فرار ناممکن ہے! ☆☆ (آیت: ۴:۱۷۲-۱۷۳) مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اور بہترین فرشتے بھی اللہ کی بندگی سے تکبر اور کشیدگی نہیں کر سکتے' نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے بلکہ جو جس قدر مرتبے میں قریب ہوتا ہے' وہ اسی قدر اللہ کی عبادت میں زیادہ پابند ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔ لیکن دراصل اس کا کوئی ثبوت اس آیت میں نہیں' اس لئے یہاں ملائکہ کا عطف مسیح پر ہے اور استنکاف کا معنی رکنے کے ہیں' اور فرشتوں میں یہ قدرت بہ نسبت مسیح کے زیادہ ہے۔ اس لئے یہ فرمایا گیا ہے اور رک جانے پر زیادہ قادر ہونے سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو لوگ پوجتے تھے' اسی طرح فرشتوں کی بھی عبادت کرتے تھے۔ تو اس آیت میں مسیح علیہ السلام کو اللہ کی عبادت سے نہ رکنے والے بتا کر پھر فرشتوں کی بھی یہی حالت بیان کر دی' جس سے ثابت ہو گیا کہ جنہیں تم پوجتے ہو' وہ خود اللہ کو پوجتے ہیں' پھر ان کی پوجا کیسی؟ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ اور اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ جو اس کی عبادت سے رکے' منہ موڑے اور

بغاوت کرے وہ ایک وقت اسی کے پاس لوٹنے والا ہے اور اپنے بارے میں اس کا فیصلہ سننے والا ہے۔ جو ایمان لائیں نیک اعمال کریں انہیں ان کا پورا ثواب بھی دیا جائے گا' پھر رحمت ایزدی اپنی طرف سے بھی انعام عطا فرمائے گی۔

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ اجر تو یہ ہے کہ جنت میں پہنچا دیا اور زیادتی فضل یہ ہے کہ جو لوگ قابل دوزخ ہوں انہیں بھی ان کی شفاعت نصیب ہوگی جن سے انہوں نے بھلائی اور اچھائی کی تھی لیکن اس کی سند ثابت شدہ نہیں' ہاں اگر ابن مسعودؓ کے قول پر ہی اسے روایت کیا جائے تو ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا' جو لوگ اللہ کی عبادت و اطاعت سے رک جائیں اور اس سے تکبر کریں' انہیں پروردگار دردناک عذاب کرے گا اور یہ اللہ کے سوا کسی کو ولی و مددگار نہ پائیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کریں' وہ ذلیل و حقیر ہو کر جہنم میں جائیں گے' یعنی ان کے انکار اور ان کے تکبر کا یہ بدلہ انہیں ملے گا کہ ذلیل و حقیر' خوار و بے بس ہو کر جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آ پہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ○ پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوط پکڑ لیا' انہیں تو وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں لے لے گا اور انہیں اپنی طرف کی راہ راست دکھا دے گا ○

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مکمل دلیل اور حجت تمام ہے: ☆☆ (آیت: ۱۷۴-۱۷۵) اللہ تبارک و تعالیٰ تمام انسانوں کو فرماتا ہے کہ میری طرف سے کامل دلیل اور عذر معذرت کو توڑ دینے والی' شک و شبہ کو الگ کرنے والی برہان (دلیل) تمہاری طرف نازل ہو چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف کھلا نور' صاف روشنی' پورا اجالا اتار دیا ہے جس سے حق کی راہ صحیح طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ ابن جریجؒ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ اب جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور توکل اور بھروسہ اسی پر کریں' اس سے مضبوط رابطہ کر لیں' اس کی سرکار میں ملازمت کر لیں' مقام عبودیت اور مقام توکل میں قائم ہو جائیں' تمام امور اسی کو سونپ دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان اللہ پر لائیں اور مضبوطی کے ساتھ اللہ کی کتاب کو تھام لیں' ان پر اللہ اپنا رحم کرے گا اور اپنا فضل ان پر نازل فرمائے گا' نعمتوں اور سرور والی جنت میں انہیں لے جائے گا' ان کے ثواب بڑھا دے گا' ان کے درجے بلند کر دے گا اور انہیں اپنی طرف لے جانے والی سیدھی اور صاف راہ دکھائے گا' جو کہیں سے ٹیڑھی نہیں'

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

ع ۲۴ ۵

تجھ سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو کہہ کہ اللہ خود تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کئی شخص اس ناتے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے حصہ ہے مثل دو عورتوں کے اللہ تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے کہ ایسا نہ ہو تم بہک جاؤ۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے O

کہیں سے تنگ نہیں۔ گویا وہ مومن دنیا میں صراط مستقیم پر ہوتا ہے اور راہ اسلام پر ہوتا ہے اور آخرت میں راہ جنت پر اور راہ سلامتی پر ہوتا ہے۔ شروع تفسیر میں ایک پوری حدیث گذر چکی ہے جس میں فرمان رسولؐ ہے کہ اللہ کی سیدھی راہ اور اللہ کی مضبوط رسی قرآن کریم ہے۔

عصبہ اور کلالہ کی وضاحت! مسائل وراثت: ☆☆ (آیت: ۱۷۶) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سورتوں میں سب سے آخری سورت سورۂ برات اتری ہے اور آیتوں میں سب سے آخری آیت یَسْتَفْتُوْنَكَ اتری ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "میں اپنی بیماری میں بیہوش پڑا تھا جو اللہ کے رسول ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے وضو کیا اور وہی پانی مجھ پر ڈالا جس سے مجھے افاقہ ہوا اور میں نے کہا حضورؐ وارثوں کے لحاظ سے میں کلالہ ہوں میری میراث کیسے بٹے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فرائض نازل فرمائی (بخاری و مسلم)

اور روایت میں بھی اسی آیت کا اترنا آیا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں یعنی کلالہ کے بارے میں۔ پہلے یہ بیان گذر چکا ہے کہ لفظ کلالہ ماخوذ ہے اکیل سے جو کہ سر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس میت کے لڑکے پوتے نہ ہوں اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جس کے لڑکے نہ ہوں جیسے کہ آیت میں ہے وَلَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو مسائل مشکل پڑے تھے ان میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا تین چیزوں کی نسبت میری تمنا رہ گئی کہ رسول اللہ ان میں ہماری طرف کوئی ایسا عہد کرتے کہ ہم اسی کی طرف رجوع کرتے۔ دادا کی میراث کلالہ اور سود کے ابواب۔ اور روایت میں ہے آپؓ فرماتے ہیں کہ کلالہ کے بارے میں میں نے جس قدر سوالات حضورؐ سے کئے اتنے کسی اور مسئلہ میں نہیں کئے یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی سے میرے سینے میں کچوکا لگا کر فرمایا کہ تجھے گرمیوں کی وہ آیت کافی ہے جو سورہ نساء کے آخر میں ہے۔ اور حدیث میں ہے اگر میں نے حضورؐ سے مزید اطمینان کر لیا ہوتا تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ بہتر تھا۔ حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت موسم گرما میں نازل ہوئی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ اور چونکہ حضورؐ نے اس کے سمجھنے کی طرف رہنمائی کی تھی اور اس میں کفایت بتلائی تھی اب فاروق اعظمؓ اس کے معنی پوچھنے بھول گئے جس پر اظہار افسوس کر رہے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ جناب فاروقؓ نے حضورؐ سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا پس فرمایا "کیا اللہ نے اسے بیان نہیں فرمایا"۔ پس یہ آیت اتری۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں جو آیت سورۂ نساء کے شروع میں فرائض کے بارے میں ہے وہ ولد و والد کے لئے ہے اور دوسری آیت میاں بیوی کے لئے ہے اور ماں زاد بہنوں کے لئے اور جس آیت سے سورۂ نساء کو ختم کیا ہے وہ سگے بہن بھائیوں کے بارے میں ہے جو رحمی رشتہ عصبہ میں شمار ہوتا ہے (ابن جریر) اس آیت کے معنی هلك کے معنی ہیں مر گیا جیسے فرمان ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ الخ یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات اللہ کے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ یعنی ہر ایک جو اس پر ہے فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہے گا جو جلال و اکرام والا ہے۔

پھر فرمایا اس کا ولد نہ ہو اس سے بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ کلالہ کی شرط میں باپ کا نہ ہونا نہیں بلکہ جس کی اولاد نہ ہو وہ کلالہ ہے بروایت ابن جریر حضرت عمرؓ بن خطاب سے بھی یہی مروی ہے لیکن صحیح قول جمہور کا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بھی

یہی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا نہ ولد ہو نہ والد اور اس کی دلالت آیت میں اس کے بعد کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو فرمایا وَلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ یعنی اس کی بہن ہو تو اس کے لئے کل چھوڑے ہوئے مال کا آدھوں آدھ ہے اور اگر بہن باپ کے ساتھ ہو تو باپ اسے ورثہ پانے سے روک دیتا ہے اور اسے کچھ بھی اجماعاً نہیں ملتا' پس ثابت ہوا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو اور یہ تو نص سے ثابت ہے۔ اور باپ بھی نہ ہو یہ بھی نص سے ثابت ہوتا ہے لیکن قدرے غور کے بعد' اس لئے کہ بہن کا نصف حصہ باپ کی موجودگی میں ہوتا ہی نہیں بلکہ وہ ورثے سے محروم ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک عورت مرگئی ہے۔ اس کا خاوند ہے اور ایک سگی بہن ہے تو آپ نے فرمایا' آدھا بہن کو دے دو اور آدھا خاوند کو' جب آپ سے اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورت میں یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا (احمد)۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابن جریر میں منقول ہے کہ ان دونوں کا فتویٰ اس میت کے بارے میں جو ایک لڑکی اور ایک بہن چھوڑ جائے' یہ تھا کہ اس صورت میں بہن محروم رہے گی' اسے کچھ بھی نہ ملے گا اس لئے کہ قرآن کی اس آیت میں بہن کو آدھا ملنے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو اور یہاں اولاد ہے۔ لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی آدھا لڑکی کو ملے گا بہ سبب فرض کے اور آدھا بہن کو ملے گا بہ سبب عصبہ ہونے کے۔ ابراہیم اسود کہتے ہیں' ہم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فیصلہ کیا کہ آدھا لڑکی کا اور آدھا بہن کا۔ صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکی اور پوتی اور بہن کے بارے میں فتویٰ دیا کہ آدھا لڑکی کو اور آدھا بہن کو۔ پھر فرمایا ذرا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ہو آؤ۔ وہ بھی میری موافقت ہی کریں گے لیکن جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا اور حضرت ابو موسیٰ کا فیصلہ بھی انہیں سنایا گیا تو آپ نے فرمایا پھر تو میں گمراہ ہو جاؤں اور راہ یافتہ لوگوں میں میرا شمار نہ رہے گا۔ سنو میں اس میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ آدھا تو بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو تو دو ثلث پورے ہو گئے اور جو باقی بچا وہ بہن کو۔ ہم پھر واپس آئے اور حضرت ابو موسیٰ کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا' جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں' مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔

پھر فرمان ہے کہ یہ اس کا وارث ہو گا اگر اس کی اولاد نہ ہو' یعنی بھائی اپنی بہن کے کل مال کا وارث ہے جبکہ وہ کلالہ مرے یعنی اسکی اولاد اور باپ نہ ہو' اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں تو بھائی کو ورثے میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ ہاں اگر بھائی کے ساتھ ہی اور کوئی مقررہ حصے والا اور وارث ہو جیسے خاوند یا ماں جایا بھائی تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کا وارث بھائی ہو گا۔ صحیح بخاری میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں' فرائض کو ان کے اہل سے ملا دو' پھر جو باقی بچے' وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو۔ پھر فرماتا ہے' اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں مال متروکہ کے دو ثلث ملیں گے۔ یہی حکم دو سے زیادہ بہنوں کا بھی ہے' یہیں سے ایک جماعت نے دو بیٹیوں کا حکم لیا ہے۔ جیسے کہ دو سے زیادہ بہنوں کا حکم لڑکیوں کے حکم سے لیا ہے جس آیت کے الفاظ یہ ہیں فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ پھر فرماتا ہے' اگر بہن بھائی دونوں ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے' یہی حکم عصبات کا ہے خواہ لڑکے ہوں یا پوتے ہوں یا بھائی ہوں' جب کہ ان میں مرد عورت دونوں موجود ہوں۔ تو جتنا دو عورتوں کو ملے گا اتنا ایک مرد کو۔ اللہ اپنے فرائض بیان فرما رہا ہے' اپنی حدیں مقرر کر رہا ہے' اپنی شریعت واضح کر رہا ہے تاکہ تم بہک نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کے انجام سے واقف اور ہر مصلحت سے دانا' بندوں کی بھلائی برائی کا جاننے والا' مستحق کے استحقاق کو پہچاننے والا ہے۔ ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اور صحابہؓ کہیں جا رہے تھے۔ سفر میں تھے۔ حذیفہؓ کی اونٹنی کا سر رسول اللہ ﷺ کے بیٹھے ہوئے صحابی کے کجاوے کے پاس تھا اور حضرت عمرؓ کی سواری کا سر حذیفہ کی سواری کے دوسرے سوار کے پاس تھا جو یہ آیت اتری۔ پس حضورؐ نے حضرت حذیفہؓ کو سنائی اور حضرت حذیفہؓ نے

حضرت فاروق اعظمؓ کو۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے جب اس کے بارے میں سوال کیا' تو کہا واللہ تم بے سمجھ ہو' اس لئے کہ جیسے مجھے حضورؐ نے سنائی ویسے ہی میں نے آپ کو سنا دی' واللہ میں تو اس پر کچھ زیادتی نہیں کر سکتا' پس حضرت فاروقؓ فرمایا کرتے تھے' الٰہی گو تو نے ظاہر کر دیا ہو مگر مجھ پر تو کھلا نہیں۔ لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے دوبارہ یہ سوال اپنی خلافت کے زمانے میں کیا تھا اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تھا کہ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لیکن چونکہ حضرت کی پوری تشفی نہ ہوئی تھی' اس لئے اپنی صاحبزادی زوجہ رسولؐ حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ خوشی میں ہوں تو تم پوچھ لینا۔

چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایک روز ایسا ہی موقعہ پا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا' شاید تیرے باپ نے تجھے اس کے پوچھنے کی ہدایت کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسے معلوم نہ کر سکیں گے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے' جب حضورؐ نے یہ فرما دیا تو بس میں اب اسے جان ہی نہیں سکتا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے حکم پر جب حضرت حفصہؓ نے سوال کیا تو آپ نے ایک کنگھے پر یہ آیت لکھوا دی' پھر فرمایا' کیا عمرؓ نے تم سے اس کے پوچھنے کو کہا تھا؟ میرا خیال ہے کہ وہ اسے ٹھیک ٹھاک نہ کر سکیں گے' کیا انہیں گرمی کی وہ آیت جو سورۂ نساء میں ہے' کافی نہیں؟ وہ آیت وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً ہے۔ پھر جب لوگوں نے حضورؐ سے سوال کیا تو وہ آیت اتری جو سورۂ نساء کے خاتمہ پر ہے اور کنگھی پھینک دی۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کو جمع کر کے کنگھے کے ایک ٹکڑے کو لے کر فرمایا' میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کر دوں گا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے' اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے' پس آپ نے فرمایا' اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

مستدرک حاکم میں ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا' کاش میں تین مسئلے رسول مقبول ﷺ سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ ایک تو یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوٰۃ کے تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تجھے ادا نہیں کریں گے' ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں۔ اور حدیث میں بجائے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے سودی مسائل کا بیان ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' حضرت عمرؓ کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا' فرماتے تھے' قول وہی ہے جو میں نے کہا' تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو۔ اور روایت میں ہے' حضرت فاروقؓ فرماتے ہیں' میرے اور حضرت صدیقؓ کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا' حضرت عمرؓ نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جبکہ وہ جمع ہوں' ثلث میں شریک کیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ اس کے خلاف تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ خلیفۃ المومنین جناب فاروقؓ نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثے اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ سے دعا کی کہ پروردگار اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو تو اسے جاری کر دے۔ پھر جب آپ کو زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر مٹا دیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا۔ پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا۔ پھر میرا خیال یہی ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔ ابن جریر میں ہے' میں اس بارے میں ابوبکرؓ کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں اور ابوبکرؓ کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد و والد نہ ہو۔ اور اسی پر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین ہیں اور یہی چاروں اماموں اور ساتوں فقہیوں کا مذہب ہے اور اسی پر دلالت ہے قرآن کریم کی۔ جیسے کہ باری تعالیٰ عزاسمہ نے اسے واضح کر کے فرمایا' اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے' واللہ اعلم۔ الحمدللہ سورہ نساء کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ۞ غزنی سٹریٹ ۞ اردو بازار ۞ لاہور پاکستان
Ph: 042-7351124,7230585
Email: qadusia@brain.net.pk